

رسان
۲۹۶

ماهنامه فقهیه نسوان

کا
محرم قمر

ادامه

صادقه قریشی

محموده اختر

الغز

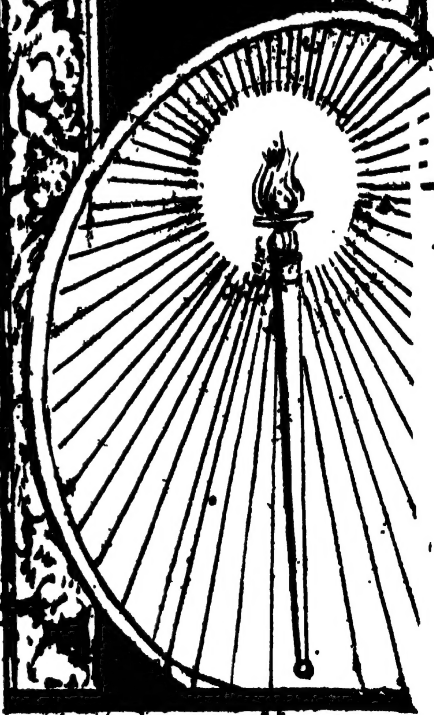
قریشی

از معاوضه

فی جلد ۶ فی حدیث

سکانه

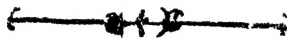
۱۴۰۵/۱



کثیرالانتانت بمقبول عام روزنامہ

رہبر دکن

کامطالعہ آپ کو دوسرے سارے جراند سے بے نیاز کر دیکھا ملکی اور
بیرونی تازہ ترین دلچسپ کوائف، مالک اسلامیہ کے حالات بلند پایہ علمی،
ادبی سیاسی اور معاشرتی مقالے، عربی ڈاک کے تراجم، ایسوسی ایٹڈ اور
ریوٹر کی خبریں غرض یہ وہ خصوصیات ہیں جو ہر کوہر و مخزن زینار کھے میں۔
تفصیلی حالات اور نمونہ کے لئے مینج کو مخاطب فرمائیے۔



روزنامہ رہبر دکن

افضل گنجیدہ آبادکن

ہیں سالہ حیدر شاہ پٹنٹ دوا

حیدر شاہ نمبر ۱۲۵

YOUSUF KHAN
Sahib

Jiven Dhara



تجربہ بہت بڑی چیز ہے۔ معذرا
ادامن کی مجرب دوا ہے
ریل اور جہاز کے سفر میں
ایک ڈاکہ کا کام دیتی

ہر قسم کا بخار
ہیضہ پنیک بخش
زکام، نزلہ، کھانسی، سرفہر

جان بوجھ

کیا درد
کیسے
کیر ہے



دانتوں کی دوا

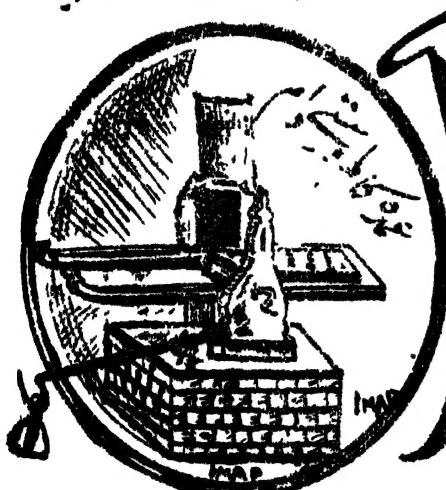
مغیر ترین عثمانی سے روز آہ انت صاف کیجئے۔ دانتوں کی جگہ کا یہ سکہ دور
کر کے دانتوں کو صحت بخش دے۔ ہر دوکان پر ملتا ہے۔ قیمت فی پاکٹ (۲۰)

محمد شریف لکھنؤ ہتھم کا خانہ جیون صا ا جین یگورہ



بختہ اور عابدیہ نظر میں پورے
لیتھو ڈرائنگ سینا سلاست
اصل وارٹر ٹینک ارزاں
اور عمدہ پرکھائی ہے۔
صرف ایک مرتبہ کام لینے پر روشن ہو

Artist
میں۔ ایم عابد
آرٹسٹ
کارخانہ زندہ دنیا کراچی



YOUSUF BAZAR HYD, BN

اگر کچھ چھوٹا ہو تو لکھتے تھے
پیشانیہ ادبیہ آباء و کن تشریف لائے۔ ان ارادہ بہت ہمارا
اجرت اور نقد پر کام کیا جائیگا۔ ایک تہہ کام لینے پر ہماری
نہیں۔ حاکمی اور سچائی کا ثبوت مل جائیگا۔ منبر



تفصیل
۱۹۵۹

۷ ۷ ۷ ۷ ۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَدَعَا إِلَى اللَّهِ وَتَرَىٰ لِكُلِّ دِينٍ جُزْءًا
وَدَعَا إِلَى اللَّهِ وَتَرَىٰ لِكُلِّ دِينٍ جُزْءًا

سَلَامٌ بِحُضُورِ اِمَامِ زَوِي الْاَحْمَرِ

شب زرت دُستی نثر گان پُر آجے کہ میس
از گلِ صبح کشیدیم شویے کہ میس
می تو ان دید ز خونِ دلی صد بارہ ما
محشرِ قطره سیلابِ شستا بے کہ میس
نغمہ بلبِ نالال چہ مُقَابِلِ باشد
در چین آہ جگرِ مست سحایے کہ میس
مگر کشد عالم بالاد و بالا گردد
زین سبب ماند بر آن چہرہ حجابے کہ میس
حُبِ سنین مگر شہان بدلم جا کرده
چو شرم می رزد آں جام شرابے کہ میس

(مطلع)

(مطلع)

دہرا

سلام

(اض)

نواب حشمت جا بھاؤ

السلام اے کوکب اوج کرامت السلام	السلام اے نیر مج شرافت السلام
السلام اے تکیہ پشت نبوت السلام	السلام اے سرمہ چشم رسالت السلام
السلام اے قوت بحر شہادت السلام	السلام اے رکن ایوان شریعت السلام
السلام اے قوت بازو ہمت السلام	السلام اے جوہر تیغ شجاعت السلام

باد حشمت بگوید یا حسین ابن علیؑ

السلام اے طرہ تاج امامت السلام

سینہ نوائے کاظم

جنوبی ہندوستان کا واحد نسائی مجلہ علمیہ مہنامہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶	محرم اور اسکا سبق - سید حمید حسین صاحب	۱۷	سلام - حضرت سلطان علوم علیہ السلام
۱۷	معرکہ کربلا کا ہیرو - اعجاز میر علی	۱۸	سلام - نواب شمس آباد
۱۸	روح اسلام -	۱۹	فہرست مضامین -
۵۳	انبیاء خاتمہ - محمود اختر صاحب	۲۰	گزارش - اختر قریشی
۵۵	نفسہ شہادت - ماہر صاحب قادری	۲۱	سوداگشت - نیرنگی مراد آباد
۵۸	شہید اعظم - مسز شاہ نواز	۲۲	سلام - حضرت عیسیٰ
۵۹	سلام - سید علی منظور صاحب	۲۵	حسین ابن علی - محترمہ اکبر الہ آباد
۶۰	سلام - ضیاء الدین صاحب عالمی	۲۷	حمد - سید یاد علی صاحب اعظم
۶۱	حسین مہدی و امام حسین - مرزا علی فیاض آبادی	۲۸	سلام - نواب سعد حسین صاحب
۶۲	سلام - جناب بی بی بیگم صاحبہ	۲۹	سلام - میر عابد علی صاحب
۶۳	انبیاء کرام و نفقہ - مولانا عثمان فاروقی	۳۰	نذر عقیدت - شاہ صدیقی
۶۵	غیر مسلم حضرات کا نذرانہ عقیدت	۳۱	سلام - عزیز احمد صاحب عزیز
۶۶	سلام - میر لطف علی صاحب	۳۲	شہید کربلا - شاہ محمد جعفر صاحب
۶۷	شہادت عظمیٰ - عشرت رحمانی صاحب	۳۳	سید مصطفیٰ نفقہ اور انبیاء اکرام
۶۸	سلام - جناب (ن) بیگم صاحبہ نقیس	۳۴	بنت زہرا کا سبق آموز انیاء - سبط خورشید
۶۹	شہید اکبر - محمود اختر صاحب	۳۵	شہید ان کا سرور - محمد زید صاحب
۷۰	سلام - نواب کاظم علی خان بہادر	۳۶	مسین کی شہادت - سید اختر علی صاحب
۷۱	ایک نابینا کی تحقیق - آغا رفیع صاحب	۳۷	سلام - جناب فاطمہ صاحبہ نسیم
۷۲	محترمہ حضرت سیدہ امینہ بنت ابی طالب	۳۸	نذر غم - محترمہ بی بی نقوی
۷۳	سلام - جناب محمودہ اختر		



سرمد علی

ہر کسی سے کہہ جا یاں کہش پڑنا دہارا جیہا و شاد و شادین لطفنہ و اعظم باب حمت

ابر نیساں بھی ہو گیا بانی
ہے نہ کچھ دعویٰ نہ خندا نی
نہ میں سعدی نہ میں مظاہر قانی
نہ کسی علم میں ہوں لانا نی
کیا کروں دعویٰ زبانا نی
کہ نہیں مجھ میں چل و نادانی
عاسدوں کو ہے جس کو میرا نی
اپنے مذہب کا آپناں بانی
اس لئے دل ہر میرا نوانی
نہ بیوہ نہ ہوں میں نظرانی
شیخ کعبہ کو ہو ملانی
جھکوں کا فی ہے عشق زندانی
یہ بھی ہے فضل خاص زبانی
گرچہ حاصل ہے قرب سلطانی
جس نے ای جھکوں کو سنیلانی

ہر کچھ طبع کی درافت نی
شیر گوانی سے گرچہ کام نہیں
شاعری کہ ہیں سراپیشہ
مجھ کو دعویٰ ہو کسی فن میں
ہے دکن میرا مولد و سکس
اں مگر فضل حق ہے شال حال
ہے ہر اک علم و فن میں کچھ کمال
قوم کا میں بچا ہی زادہ ہوں
میرا ایمان و ہدایت باری
مجھ کو کہتے ہیں صوفی الذہب
کفر کا قریٰ کو ہزار ک
اور تہانہ ہو برہمن کو
مکتبہ صلیح کل کا سا لکھوں
میں ہوں لکھنا و دور فقر و غفل
کہتے ہیں مجھ کو خدام آصف

ہر کسی سے کہہ جا یاں کہش پڑنا دہارا جیہا و شاد و شادین لطفنہ و اعظم باب حمت

جس کا وہ سویرا سر پہ لگا تھا
 لیکن اک دوست کا ہے فرائض
 یعنی نعت نبول پاک لکھوں
 مگر یہ اس راہ میں بیاد ہوں
 جس کو یہ ہے جو خدا
 نعت ہی نعت صاحب لکاک
 اشرف الانبیاء حبیب خدا
 وہ ابو القاسم احمد مختار
 کافر ذات واحد مطلق
 ان کا شہر مدینہ ممکن ہے
 فقرت الم من اشرف عالم
 زاد وحدت کے لارڈ ہیں یہ
 ان سے توحید نے ترقی کی
 شاہ دنیا و دینا و دیر خدا
 ان کو اللہ سے ہے نسبت ملنا
 وجہ تخلیق عالم اسباب
 آپ خیر البشر ہیں کچھ نہیں شک
 برج غاک کی کہ ہر زبان ہیں
 جگہ سے میں ہے اور کہہ میں
 لیا سراپا کا ان کے وصف کرو
 ملکوت میں تھے کوہ تمکین آپ
 بنیاد وجود و عطا کا کیا کہنا
 تھے مروت میں آپ اپنی نظیر۔

جس نے کھلا ہے سچہ انی
 کہ لکھواک قصیدہ نورانی
 مختصر جو نہ ہو وہ طولا فی
 احسن یہ انکار کی گرا خجائی
 ہوا گئی یہ علم با آسانی
 نعت محبوب پاک زندانی
 زینت مسند جہاں بانی
 جن کی ہے شان شان ربانی
 کاشف راز قدس سبحانی
 خدا کا ہے جو نقشہ ثنائی
 ہیں یہ شان ستر پہنائی
 بزم کثرت میں ہیں لامتناہی
 اس تمدن کے ہیں ہی بانی
 حشر کے دن ہے ان کی دیوانی
 ان پر مبذول لطف یزدانی
 آپ ہی کی ہے ذات نورانی
 آپ کی ذات لطف سبحانی
 اللہ اللہ بلند ایوانی
 اسی خود شہید کی درخشانی
 دونوں عالم میں اے نورانی
 خلق و لا تعجزا عن اسم یزدانی
 بحر رحمت کی چھوٹے جہانی
 ہوتی دشمن کو حق پرستانی

ڈاک بیٹی تھی دل پہ اعدا کے
گو کہ اتنی جہاں میں تو شہر
ابر نیلار حمت حق تھے
ڈال کر دوش پر گلیم سیاہ
بات بات آپ کی حکیمانہ
سادگی آپ کی سبق آموز
دخل ہی کیا وہاں تعصب
ادب و خلق اور مروت کو
ایسے بے مثل بندہ پرور کی
دست بستہ یہ عرض کرتا ہوں
تم ہو مشہور مالک کوثر
کرد و سرش را بادۂ توحید
دل کا آئینہ صاف ہو جائے
نیکلیں ہیری ساری لہو آماں
پاؤں اپنی مراد منہ مانگی
فتح و نصرت دے اور کراہد

تھے شجاعت میں ایسے لڑائی
تھا حکم سلام زبانی
بات ہی کیا تھی گو ہر افسانی
نسب خدائی پر کی قسمرانی
ہر مصیبت تھی و غلط عرفانی
مٹ گئی کافر کی رہنمائی
تھا فقط ایک جذب روحانی
پھیلی آفاق میں مسلمان
ہو سکے کیا مہلاتن خوانی
یا محمد حبیب سبحانی
دو مجھے بھی شراب عرف تھی
دو پیالے شراب عقیقانی
خود حق سے بتے یہ نور مانی
ایسا ہو جائے فضل یزدانی
ہر محبوب پاک سبحانی
دشمنوں پر ہو قہر یزدانی

آئل و اولاد سے یہ ہوں میں شاد
مجھ پر یہ ہر دم ہو فضل یزدانی



تو حیف علی ملک کو حق نیست
من غایت غلبہ و جہت نیست

عجبائش جزو مہربان نیست
فکین دامن کو شل اور ملک نیست

سلام

استاذ السلطان نواب فصاحت جنگ بہادر علی

مضطر ہے جان بسوچ بکریو اسطے	مچلی ترپت ہی ہے سمندر کیو اسطے
ساتی لگی ہے آگ فراق حسین میں	اک جام ادھر بھی ساتی کوثر کیو اسطے
مشرکان شہ کے عشق میں تندہ جنوں	رگ گ مری پڑکتی ہے شتر کیو اسطے
مشتاق خود میں مرے لشک غم کریں	دریا کو اضطراب ہے گھر کیو اسطے
رونے سے ہر غرض کہ ذرا لب لبو آئے	دریا بہا رہوں میں کوثر کیو اسطے
اللہ دے رعب ہمت مردانہ حسین	لاکوں تھے ایک کس بے پر کیو اسطے
جل پھر کے قتل کر گئی سب نگاہ شاہ	چوڑی نہ ایک جال بھی خجریو اسطے
راہ خدا میں نیزے پہ چڑھنا عبث نہ	تیس سر بلندیاں شہر کیو اسطے
تیر و سناں تھے محل شہاد کے دھڑ	اصغر نہ کیو اسطے علی اکبر نہ کیو اسطے
پانی کی بوند دے نہ کچل بھی آؤں	یہ بخل آلِ نسا کی کوثر کیو اسطے
اہل ستم نہ اہل حرم کی سنی نہ ہائے	دیتے دے خدا و پیہر کیو اسطے

دل شق ہوا تو اُس سے یہ آئی مدد علی

سگر جا بیٹے بڑا غم سرمد کیو اسطے

حسین ابن علی

ادیبہ باکمال محترمہ اکبر النساء بیگم صاحبہ سلطانیہ

ذیل کا سلام دو سال قبل سفینہ نوان کے محرم نمبر کی زینت بڑا چکا ہے۔ یہ نئی ادبی خوبیوں کے علاوہ سلاست اور روانی کی وجہ سے اس درجہ مقبول ہوا ہے کہ آکھ منہ وستان اور بیرون بعض اخبارات و رسائل اسکو نقل کر چکے ہیں، اس مرتبہ ملک کے کئی کئیوں سے مجھے مجبور کیا گیا کہ محترم سلطانیہ صاحبہ کے تازہ افکار حاصل کروں اس قلیل وقت میں ممکن تھا کہ میں محترمہ مدد کو زحمت دیتا اس لئے یہ سلام دوبارہ پیش کر رہی ہوں۔ کلام سے متعلق کیا عرض کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ خود ملک اور بیرون ملک سے خراج تحسین حاصل کیا۔ یہ سفینہ کی خوش نصیبی ہے جو وہ کبھی کبھی ملک کی اس ممتاز سیمہ کے ذوق و حلیہ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اللہ لہ سے زحمت سہل اور آباد

(مدیرہ)

اے بنائے لا الہ الا اے شہید کربلا	حامی دین ہیں اے صاحب روضا
اے حسین ابن علی انفلکات زینت تینوا	اے حسین ابن علی باطل سے مدد دیا
اے گنہگاروں کے والی حامی صدق	اے صاحب کے محرم دیا اے سر دنیا
راحت و آرام و دولت از بواہر کیا نہ تھا	تو نے حق کی راہ میں مولا اے ٹھکرا دیا

رنج و بکھاؤ کہ میرے حق کی حمایت کیلئے

ہم سیر کارانی امت کی شرف و کرامت کیلئے

موت کی دہکی صداقت سے ہٹائی ہے کہیں ۔
تو نے دکھلایا کہ حق باطل سے وہب سکتا نہیں

واقعی تھی وہ گہری سبھی اکچہ عجیب سے تیرا
الام باکیا وقت سال مصطفیٰ پر تھا پڑا
اس طرف فوج شعی اوریاں فقط ذات
آسمان ٹوٹے اور ترے سر پر یزید ناسزا
صاحب کو ترکی گوئی کیلے و احسنا
بلند پائی کہنے سے ترسین غضب اللہ کا
جانتے گر حرمت بیت نبی کو انتہا
گھر کھینے رہنے و ایسوں کو یوں کرتے پڑے
عائد بیامہ کے پاؤں میں تیری بے خطا
ہو گئے مظلوم سارے قید بند میں مبتلا
دلزلہ یاز میں پر آسمان تھرا اٹھا
پیاس سے اکھڑا ہے دم جب صخرے شیر کا

چاہتا کرو قیامت ٹوٹ پڑتی تھی مسگر
مرضی مولا ہمد اولیٰ رہا پیش نظر

عبر حصہ میں ترے آیا رسول اللہ کا
تو نے پایا تھا جگر بیشک خلیل اللہ کا

اے حسین فرزند ولید علی مرتضیٰ
لخت دل کو اپنے ہاتھوں میں بچھا کر
نور عین فاطمہ اے بازوئے شرف
گھر لٹا اجڑا جمن، ابرو پہ پھر بھی مل نہ تھا

امت مرحوم کی آؤ رکھی ہے تو نے لاج

ورنہ ہم باقی ہی دنیا میں کہاں رہتے تھی آج

کوششیں ہم کو مٹانے کی ہوئی ہیں جا بجا
یہ نہیں جانا ہمارے لڑکے تیری مینا
وہ تم توڑے میں دین پاک براہل جنا
دل تو روشن یہاں ہرے حال گر کبر برا

صغیر ہستی سلطانہ وہیں کیوں کر مٹے

شاہ نے سنبھا جس پود کو اپنے خون سے

حکم

ثنابہ روز و زاولیں سے ہر قسم ترا
 قلم چلنے کا ہر کام پر کرتے ہو ہی سکتے
 ترے گھر کے سزاوار و نام ہیں تو گھر سے
 نہیں ہے اتنا دھنوں کی دوزوں سے نکلا
 کہ سجدہ درگاہ میں بھرتا ہے دم ترا
 ہوا نام گرا اچا جس گھڑی ذی صب قہم ترا
 کلیسا صورت بہت معصوم بہت اللہ ترا
 گنہ میرے تری بخشش میرے عیسا کرم ترا
 غریب اعظم سے یارب ادا کی حق طاعت ہو
 کہے جیٹ عبدنا خود رسول محترم ترا
 جناب یا رسول صاحب
 (اعظم)

سلام

(از جناب آیت فاضلہ حسن صاحب)

اے سلامی سر دنیا ہے نہ نے امت کیلئے
 جب نے میں کہ بلا میں شاہ نے رکھا قدم
 دست بستہ ہو کے شہ سے کی شہادت یہ عین
 پہلے ہی معلوم تھا شاہ شہید کو کہ ہے
 کیا کہوں کیا شور و غل تھا خیمہ شہر میں
 عرض کی زینا اپنے لئے سگری لڑو تو گئے
 آپ تو شریف فرما ہو و گئے فردوس میں
 تپ کیا دیکھ دلا سا شاہ نے سجاد سے
 خوف بچہ نور و قدح شہر کا مہلا آغا ہے کیا
 دکھ ہے سارے یہ ہم لوگوں کی نہ است کیلئے
 تپ قدم اس خاک کے اس کی طینت کیلئے
 میں بھی حاضر ہوں شہادت کی شہادت کیلئے
 واسطے میرے شہادت میں شہادت کیلئے
 آئے جب اہل حرم سے شاہ شخصیت کیلئے
 جب بلایا انکو سرور نے وصیت کیلئے
 میں رہا تنہا یہاں رنج و مصیبت کیلئے
 ہے خدا حافظ وہ ہے کافی حفاظت کیلئے
 ہیں وہاں آل عبا تیری شہادت کیلئے

سلام

کیوں نہ منت کش ہوں انجی فوجی تقدیر کا
مجرئی حکم قضا کی یہ بھی اک نہیں ملتی
کہتے ہیں اس کو درشت کش کا سب غبار
صفر سن بچوں کو دیکھا اور کبھی ناموس کو
الفت نظری میں جب آتا شہادت کی خان
جب رگ گردن ملے تڑدیک مٹی تری جگہ
کہتے تھے اکبر سے نہ کہو کرم خداؤں جنگ کی
وائے منت وہ کیلے سر کا ملک شام میں
میں جی ہو بچوں در شاہ نجف تک از سجد
اوج پر آئے ستارہ جب میری تقدیر کا

از جناب میرزا علی صاحب تہ
(خلف عینی باب شہید بگداد)

اے تشنہ کربلا شہید اکبر

سیراب گلوی تو آب بنجر

تو آب نیافتی ز دست امت
امت ز تو آب خواہد در محشر

ندرت

فضا میں گونج اٹھیں اک بندہ مومن بکریں
شہید کر بلا سے درس اے ہم کے بہتہ
مجاہد فی سبیل اللہ بے شمار بڑا ہستہ ہیں
محبت سرفروشی اور خاموشی سکھاتی ہے
نبی کے کنبے والوں پر یہ کیا وقت آ رہا
شہیدان جفا نے اس طرح زندگیاں لڑ

وہ بکری کہ جن سے مل گئیں مال کی تعمیریں
کہ زنجیروں میں آزادی کی آزادی میں تعمیریں
مگر ان کی نگاہوں میں بھی ہوئی ایک تعمیریں
اسی منزل پر کہ ختم ہو جاتی ہیں تقریریں
خطا ثابت نہیں ہوتی مگر ملتی ہیں تحریریں
کہ جیسے رات کی ظلمت پر چھا جاتی ہیں تصویریں

میری ہستی مرقع ہے غم و افسوس کا شاد اھل
میرے دل میں ہناں ہیں کربلا والوں کی تصویریں (جناب ہدایت)

سلام

از جناب عزیز احمد صاحب (عزیز) فرزند نفاحت جنگلہ دریل

سلامی فکر اپنی خوں میں تر معلوم ہوتی ہے
اتر ہے آسمان پر آجنگ ن ہمدان کا
خون چو ابرو پر شہ کے بڑی سرمدیاں
تنائیں ہیں کیا کیا بجائی کرے کی موزا کو
لبوں پر آکے دکھاتا ہے جہم اور بیاں کا
بیاں قتل علی کیا ہو چکی رو اکبر کی
محرم کی ہے تسلیں حشر کے آثار بد اہیں
جوشہ کی ہرج بھی ہے عزیز اسکا صلہ و کھو

میری طبع رسا بھی نوحہ گر معلوم ہوتی ہے
شوق گوں شام ہے قونی سحر معلوم ہوتی ہے
پے فوج عدتین دوسر معلوم ہوتی ہے
ابھی تک سو وہ بخیر معلوم ہوتی ہے
اجل ان بیکوں کی چارہ گر معلوم ہوتی ہے
عدہ کہنے سے تو ہوسر معلوم ہوتی ہے
فلک کی آج کچھ ٹھہری نظر معلوم ہوتی ہے
میری تقدیر بام اوج پر معلوم ہوتی ہے

شہید کی بلاد

انرا مولانا قاری شاہ محمد جعفر رضا خطیب کی پھل

نہیں کہ مصیبت خصوصاً جبکہ وہ مظلومیت سے بھی
مزوج ہو اپنے اندر کچھ ایسی بے پناہ جاذبیت رکھتی
کہ ہر خاص عام بے اختیار اپنی توجہ اسی طرف منعطف
کرتا ہے اور اگر مذکورہ بالا فضائل و جلالت
ہوتے ہوئے بھی ابتلا اپنی جلوہ گری کرتے تو نہ صرف
رحمد بلکہ شغل بھی اور نہ فقط دوست بلکہ دشمن
دیدہ پر آب ہو کر کلیجہ تھام لیتا ہے۔

عالم فطرت کی چند مثالیں اس طرح پریشان
کھڑے فریضہ سایہ فگنی ادا کرنے اور اپنی بہار دکھاتے
رہتے ہیں لیکن کوئی رد و نور کبھی نگاہ اہلکار بھی اندر
نہیں دیکھا کہ اپنی احساندہی کا ثبوت پیش کرے
لیکن ہاں اگر کسی درخت کو خواہ وہ بے برگ و ثوابی
کیوں نہ ہو باد تندر کا کوئی جھونکا کر اگر ہر سحر و کار کے
تو ستم ساز فوج بھی وہ نہ کسے لئے کھڑے ہو کر اسے
نگاہ حسرت سے دیکھنے لگتا ہے، کیوں؟ یہ اس لئے کہ
اس درخت کی حالت بدل گئی ہے اور وہ ایک غرضی

زہد و تقویٰ، علم و فضل، دولت و ثروت، حسن و جمال،
نصاحت و بلاغت، شجاعت و مردانگی، خدمت و بھد دی
سجاوٹ و اثیار و غیرہ و انسانی جوہر میں جو اپنے اندر
کشش رکھتے ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کو نہیں
خصوصیت کے ساتھ محبت ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ
ادب و بیہترے فضائل و کمالات ہیں جو ہنگام میں
کو اس لئے عطا کئے جاتے ہیں کہ اعلائے کلمہ مقدس
انہیں یہ خوبیاں مدد دے سکیں۔ اہل کشش تو وہ
پر زور روحانیت و نورانیت ہوتی ہے جو ہر خاص
کا خاص مشن ہے لیکن اس جوہر کا درک ہر کس و نا کس
نہیں کرتا۔ اس لئے بعض ایسی خوبیاں بھی انہیں
ہوتی ہیں جو اول نظر میں اچھی ہی لگتا ہے مگر دور
متاخر کر لیں۔ ان میں بے پناہ کشش رکھنے والے
اسباب میں ایک سبب مصائب و ابتلاؤں میں گرفتار
ہونا بھی ہے۔
اعمال فطرت انسانی کا مطالعہ کر لیں اس سے بے

مصیبت میں گرفتار ہے۔

ماہ کامل ہر ماہ اپنی نور پاشی سے کرہ افش کو
جگمگانے کا موقع دینا ہے لیکن چند فطرت نگاروں
سوا کوئی اسے بغور دیکھنا ضروری نہیں سمجھتا،
سورج ہر روز اپنی خیمہ سے دنیا کو مستفید کرتا،
مگر کوئی نگاہ اسے دیکھنے کا شوق و تاب نہیں رکھتی
ماہتاب ہو یا آفتاب عام ایام میں اپنے اندر کوئی
خاص کشش نہیں رکھتے لیکن کسوف و خسوف (گہن)
واقع ہوتے تو دنیا اپنے مشاغل کو چھوڑ کر بلکہ سونے والوں
بھی اپنے بستر سے اٹھ اٹھ کر اپنی ساری توبہ
اس گہن لگے جوئے جرم فلکی کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں
یہ کیوں ہے اس لئے کہ چاند یا سورج عارضی طور
ایک تاریک مصیبت میں مبتلا ہے۔

یہ کوئی فلسفیانہ تخیلات و اہم کوئی شاعرانہ انشا
پر دازی نہیں۔ بلکہ اس اصول کا عملی تجربہ خود کم و بارہا
ہو چکا ہے کیا یہ واقعہ نہیں کہ جب تم تند رست و خوش
حال ہوتے ہو تو تمہاری ذاتی مزاج پر سری کیڑوں والے
شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں لیکن اگر خدا خواستہ نہیں کوئی
صدمہ ہو کوئی حادثہ پیش آئے یا کوئی تکلیف وہ
بیماری ہو تو وہ لوگ بھی مزاج پر سری دریافت طلب
نے لئے کھینچ آتے ہیں جو اپنی مسند سے کسی اہم سے
اہم غرض کے لئے بھی ہٹنا غیر ضروری تصور کرتے ہیں
دوست ہی نہیں بلکہ دشمن بھی خیر خواہ و ناصح ہی نہیں

بلکہ عدوئے بدخواہ بھی ایسے مواقع ابتلا پر شریک
رہنچ و اہم ہو کر انک شوی کرنے کے لئے کھینچ آتے ہیں۔
یہ کیوں ہے یہ اس لئے کہ ابتلا و مصیبت دنیا پر مشتمل
توہمات کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچ لینے کی غیر معمولی
طاقت رکھتی ہے۔ ابتلا کی یہ غیر معمولی جاذبیت وہ
ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس کا کرشمہ کم و ہر روز اپنا
مشاہدہ کرتا رہتا ہے مقاومت مجہول اور سیکھا گرا
اسی عالیشان قصر کی ایک اینٹ ہے اسی اصول کا
تائید اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کیونکہ اس کے لئے
صرف ابتلا ہے بلکہ مظلومیت کا پر تو بھی ہے یہ اور
بات ہے کہ اس کا بے محل استعمال موثر نہ ہو یا مصل
نافرمانی اسکے مظلومیت کے پہلو پر اثر انداز ہو کچھ
بھی ہو گا اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ابتلا و مصیبت
آپنے اندر ایک خاص کشش و جاذبیت رکھتی ہے۔
اور نہ محض جاذبیت کشش بلکہ اس میں کوئی اہم رمز بھی
ہے جو ہند گان خاص اس سے بے نیاز نہیں لھے جا
ابتلا کی رمز و مصلحت | کو فرمان نبوی ہے یا
صاف کر دیا ہے کہ احب الناس الی اللہ ان یشک
ابتلا لا یغنیہ خدا سے چمن کا جو بندہ جتنا مغرب اور
محبوب ہوتا ہے اسی قدر اس کی جانچ کیجاتی ہے۔

یہ عالم محبوبیت کچھ ہے ہی اس کا عاشقی حازر و ماضی
کے بغیر حال نہیں ہوتا اسی لئے جب عباد مقررین نے
درجات قرب کو بلند کرنا منظور ہوا تو ان کو امتحان

برخ داندہ پیدا کرنے والا میں ہے جبکہ آپ اپنے وطن اور اہل وطن سے چھوٹ کر بہائیوں کے ہاتھ سے فروخت ہوتے ہیں اور حضرت غلامی و قید کے ایام گزارتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کے جملہ واقعات میں سب سے پہلا دل کو بے اختیار کر دینے والا وہ نظارہ ہے جبکہ اس فرزند کو ماں اپنے ہاتھوں سے دیو کی اٹھتی ہوئی موجوں کے حوالے کرتی ہے۔

حضرت مسیح کی کل تائیخی زندگی میں سب سے زیادہ شگافہ قلب کو اپنی طرف جذب کرنیوالی وہ گھڑی ہے جبکہ آپ کو صلیب پر لٹکانے کے ٹوکے تیار کرنے کی ناکام کوششیں کجیاتی ہیں۔

یہ انبیاء اور ورسلین کی چند مثالیں ہیں اسی طرح صحابہ کی ابتلا و امتحان اور آزمائش و افتحان کے واقعات اس کثرت سے ہیں جنکو اس رسالہ کے صفحات کی قلت برداشت نہیں کر سکتی۔ کہنا یہ ہے کہ نیک بندہ کو جامع قدم سنت الہی ہے اور یہ اس لئے ہوتی ہے کہ قبلانہ کے درمیان قرب اور منازل و ملل بلند ہوتے رہیں۔ یہی سب ہے کہ دنیا کی نگاہ تو بوجھ کر ادھر متعلق ہوجاتی ہے۔

کیا اس تمہید کے بعد یہ بتانے کی ضرورت باقی ہے کہ جن میں غلامی نام کو دینے کی کوششیں ہوئیں کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ غلامی نام کو دینے کی کوششیں ہوئیں کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ غلامی نام کو دینے کی کوششیں ہوئیں

میرٹھ کے کھنے میں کسا جاتا ہے اور آزمائش توکل علی اللہ کے غارتخان پر خط میں برہنہ پاؤں ڈرایا جاتا ہے جسند و اقامت سے تطبیق حضرت آدم کی لوح قلب سماویہ میں مرقوم میں یحییٰ آپ کے واقعات کا سبب زیادہ دل کو کہنچو والا وہ وقت ہے جب کہ آپ بہشت سے باحسرت و باس مایہ فراق فرماتے جاتے ہیں اس حال میں آپ کی آنکھوں میں آنسوؤں زبان پر رہنا ظلمنا انفسنا الحکم کا مسترحضاد اعتراض اخط ہے۔

حضرت نوح کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ جاؤ قلب وہ سماجی جبکہ آپ کا سفید کدہ یا موجوں کی گرداب میں چرخ کھانے لگتا ہے۔

حضرت ابراہیم کی ہماری ہیرت میں احد سے زیادہ توجہ مستطیع کرتی وہ الاوہ عالم ہے جبکہ آپ کو جھینٹ میں بٹھا کر آتشکدہ فروزد کی جھیلٹ چڑھانے کے ٹوکے پہنچا کر حضرت اسماعیل کے سارے حالات میں سب سے زیادہ جانب نظر و توجہ ہے جبکہ آپ اس شش ریلی کو دیکھ کر دیکھ کر بل چھپا کر اپنے ہاتھوں سے پھری چھپا کر حضرت یعقوب کے نام سواغ میں سب سے زیادہ تڑپا دینے والا وہ خند ہے جبکہ آپ لاٹا چھوڑنے کو کہتے ہیں اور دھمکے کو لٹکانے کے رخصت کرتے ہیں۔ مگر دھمکے

دھمکے کو لٹکانے کے رخصت کرتے ہیں۔ مگر دھمکے دھمکے کو لٹکانے کے رخصت کرتے ہیں۔ مگر دھمکے دھمکے کو لٹکانے کے رخصت کرتے ہیں۔ مگر دھمکے

ابتلا ہوئی اور ختم ہو گئی۔ آزمائش ہوئی اور چٹکارا نصیب
 ہوا۔ جانچ کی گئی اور فوجیات سے سرفراز کر دیا گیا۔
 غیر ختم ابتدا کی احد مثال اچھا آدمی ہر آداب
 میں ایک ایسے مصیبت زدہ مظلوم کو پیش کروں جس کے
 مصائب نے مسرت کا انجام ہی نہ دیکھا جسکی جانچ
 نے فوز و رشک گاری کا پیغام ہی نہ دیا جسکی ابتدا کو خوشی
 دور اور جس کی آزمائش کو حسن اختتام کی کوئی ساعت
 نصیب ہی نہ ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل بہت طویل
 صحبت کی طالب ہے جسکا یہ موقع نہیں۔ مگر ذرا اختصار
 کے ساتھ اس جامع المصائب اور خاتوا البیلا بیا
 کی لکھ دو دیکھی اور ختم ہونے والی مظلومیت کو دیکھ کر نہ کالائز
 جنت البقیع جنت المعلیٰ اور مابین قبری و
 منبری و رفیضہ من ریا فی الجنتہ غرض ہزار
 بنق مدیرہ کمر اپنی آغوش لئے ہوئے ہے حسین مظلوم
 صفی اللہ آدم کی طرح اس ہشت زار مدینہ ابرہوں
 سے روتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں مگر آداسے کس کی
 ادک شوقی گزریو الانہیں ہوتا۔
 مردان سواری پر کہ مثل چلبہ نہی اکسفلیہ نعام
 میری اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہے۔ نوح یہ سفینہ عزت
 رسول بھی اللہ نوح کی طرح ارض و دہلا کے گرد اب
 بلا میں پھنسا ہے مگر بخندہ من الکوبہ العاصم کی رانی
 خوشخبری سامنے آیا آتی۔
 طبرستان کی انہار گشتان کر بلا کو آئندہ طرود کی طرف توجہ
 نہ دے۔ جو ہے اور اس مظلوم کا سر پریدہ طرود
 آتشیں پر لٹتا ہے، کراف یا نام کوئی بود اھلا
 کا کوئی پیلیم نہیں بچتا۔

و جو جسمی رخصا، الہی کی ہنیت چڑھنے جا رہا ہے۔ اس کے
 حلقوم پر بیچ اللہ کی طرح خنجر چلیا ہو مگر کوئی خذینہ عظیم
 کی جگہ نہیں لیتا۔
 علی آریطہ و جو ان فرزند جن کو امام جام حضرت یعقوب
 کی طرح خوبی کہیل کیلئے کو نصبت فرماتے ہیں۔ مگر
 زندگی میں دوبارہ انہیں روشن کر سکی نسبت نہیں آتی۔
 وطن و اہل وطن کو سکی الفت نہیں ہوتی بہ نفاہ
 کر بلا پر صفت بے کار و ان کی طرح سب سے جدا ہو جاتی ہیں
 مگر لوٹ کر ان سے ملنے کیلئے یا لم لاشہ بھی نہیں آتی رہتا۔
 علی اصغر و شہزاد نور محمد تھے جنہیں مادر عز و والد
 موسیٰ کی طرح اپنی آغوش میں آتش زار کر بلا کی آغوش
 میں جوتے جوتے کئی ہو مگر کچھ حال میں واپس ملا ہو
 وہ بھی جانتے ہو۔
 اس بے زناہ مظلوم کی گرفتاری و قتل کے کو بھی بے بیخ
 کا جو ہم امندا آج اور ابے کس حضرت روح اللہ کی طرح
 گرفتار کر لیو الوں کے آرد ہاں میں گھر جانا کراف کوئی آکر
 آسمان کی بلند یوں پر جھلکاتے جانے والا نہیں لیتا۔
 تم نے دیکھا بہ انبیا و علیہم السلام کے واقعات ابتلا
 منہارے سامنے ہیں۔ آزمائش کے بعد سب کو خوشی
 و مسرت کا دور دیکھنا بھی نصیب ہوا ہے (الامثالہ)
 لیکن پھر بھی ان کا وہ عارضی دور ابتلا اپنے اندر تڑپا
 دینے والی جاذبیت اور بے اختیار گردینے والی
 کشش رکھتا ہے۔ پھر اس عظیم شان مہدی کی مصیبتوں
 کی طرف ہماری آنکھیں کیوں نہ بے اختیارانہ معطوف
 ہو جائیں جسکی ابتلا و آزمائش نے شادمانی و کامرانی کا
 کوئی دور ہی نہ دیکھا ہو۔
 مصیبت پھر مصیبت عظمیٰ پھر غم مہدی اور غیر ختم پھر
 غیر معمولی جلالت شان کے ہوتے ہوئے، پھر مظلومیت
 کے ساتھ پھر بے گناہی کی حالت میں اور پھر کس حال
 اختتام اور نہ کہن منجے کے بغیر۔۔۔ اللہ العزیز۔
 دنیا رانے گی اور دنیا چاہیے کہ جب تک دنیا میں جوتے
 پیب بجز نار بھیا، جو نہ تاک پیاسے سیراب ہوتے
 ہوتے رہیں گے، جب تک بھڑکے ہوئے ملتے رہیں گے
 اس وقت تک چین اور آرام حین دم کا نام نہ لیتا
 رہے گا۔

پھر غم مہدی اور غیر ختم پھر
 غیر معمولی جلالت شان کے ہوتے ہوئے، پھر مظلومیت
 کے ساتھ پھر بے گناہی کی حالت میں اور پھر کس حال
 اختتام اور نہ کہن منجے کے بغیر۔۔۔ اللہ العزیز۔
 دنیا رانے گی اور دنیا چاہیے کہ جب تک دنیا میں جوتے
 پیب بجز نار بھیا، جو نہ تاک پیاسے سیراب ہوتے
 ہوتے رہیں گے، جب تک بھڑکے ہوئے ملتے رہیں گے
 اس وقت تک چین اور آرام حین دم کا نام نہ لیتا
 رہے گا۔

حقیقت سے دوری وہ مجھری کا سبب نہیں ملتی ہے۔ جس کی اکثر لوگ پیروی کرتے ہیں۔
وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا | اکثر لوگ محض ظن کی پیروی کرتے ہیں۔
مَا لَعُمِّي بِهِ مِنْ حِلْوٍ لَا تَجَاحُ الظُّلُمَاتُ | ان کے پاس سوائے اندازہ اور گھٹائی کے کوئی عملی بات
نہیں ہے۔

جس بات کی بنا جہل اور ظن پر ہو اس کی پیروی کرنے سے اسلام نے سختی کے ساتھ روکا ہے۔
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ | جس بات کا تم کو علم و یقین حاصل نہیں اس کے پیچھے پڑ کر۔
اس آیت کی شرح میں امام راغب اپنی مفردات میں لکھتے ہیں، ای لا تحكم بالتیافہ والظن یعنی اگر
علم نہیں ہے تو محض قیافہ اور گمان سے کوئی حکم نہ لگایا کرو۔
قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

لا تمتنع ما لم يتلق به حلیۃ تقلیداً | اگر کسی بات کا علم نہ ہو تو نقل بن کر اس کی
دوجہا بالغبابہ | پیروی نہ کیا کرو۔

پس جہاں علم و یقین ہو گا وہاں ظن اور رہب کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے گی اور نہ اختلاف کا
کوئی شائبہ پایا جائیگا کیونکہ اختلاف کا منشا ظن اور اٹکل ہے اور اتحاد و یکسانیت کا سرچشمہ علم و
بصیرت، مشاہدہ اور قیاس میں فرق بھی یہی ہے کہ مشاہدہ میں کبھی اختلاف جگہ نہیں پاسکتا۔ مگر قیاس
اور اندازہ کا سب سے بڑا نتیجہ تضاد و اختلاف ہی ہے۔

ایک مثال

مشاہدہ اور قیاس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ہم کسی مکان میں
بیٹھے ہیں۔ آفتاب غروب ہو چکا ہے مکان کی وسعت و فراخی کے اعتبار سے جا بجا بجلی کے قعے لگے ہوئے
ہیں یہ تمام قعے دفعتاً روشن ہو جاتے ہیں اور مکان کا گوشہ گوشہ جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے دفعتاً
سیکڑوں قمقموں کا روشن ہو جانا کس قدر حیرت انگیز ہے؟ مگر کیا آج تک کسی کو اس روشن حقیقت
میں شبہ ہوا؟ اور کیا لاکھوں انسانوں میں کسی ایک نے بھی اس برقی روشنی کے اسباب میں اختلاف
پیدا کیا؟ آخر یہ اتحاد آرا کیوں ہے اور کس لئے معمولی سا اختلاف سمجھ نہیں پایا جاتا؟ اس کا سبب

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَ
 اِبْرٰهٖمَ وَ مٰسٖۃَ اٰدَمَ اَقَمَ الدِّنَۃَ
 ہم نے نوحؑ کو جو شریعت دی تھی | اس میں ہی حکم دیا تاکہ دین کو قائم کرو۔
 خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اَنَا مَعَشَرُ الْأَنْبِيَاءِ ذِيْنَ كُنَّا وَاحِدًا | ہم سارے انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔

لیکن اس کے مقابلہ میں فلاسفہ کی جدلیات اور فرخورتاں کو دیکھئے کہ کسی ایک بات میں بھی اتفاق ہے۔ ہر فلسفی نے ایک نئی دنیا قائم کی اور ہر نئے فلسفی نے پہلے فلاسفہ کی تکذیب کو اپنا مدعا قرار دیا۔ ارسطو۔ افلاطون۔ قضا خورث۔ بقراط۔ ابن سینا کے اختلافات آج بھی ہم کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ اگر فلاسفہ کو علوم عقلیہ میں بغیر حاصل ہو گیا تھا تو پھر اشراقیہ مثالیین اور رواقیہ کی جماعت بندی کیسی؟ یہ تقسیم ہی تباہی ہے کہ اس گروہ کے اختلافات جہلا اور عیسویوں کے اختلافات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اور ان کی یقینات تنہا ورتیاب سے آگے نہیں بڑھیں۔ یونان کے فلاسفہ کو چھوڑیئے اور مغرب کے دانش فروش فلاسفروں کے ”یقینات“ پر نظر کیجئے کہ ان غریبوں نے آپس ہی میں ایک دوسرے کی کسی بگڑیاں اچھالیں ہیں۔ کانٹ اور اسپینوزہ زینو اور نیوٹن۔ اونیورسٹی لاج اور ڈی کاکٹ ہیگل اور لیکن بکسے اور جرجز کس کس کا نام لیا جائے ان میں کون کون سے دو فلسفی بھی ہیں جن کی تحقیقات کا مذاق منفق علیہ ہے اور اول سے آخر تک ایک ہی بات انکے منہ سے نکلی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ فلاسفہ کے اختلافات صرف اس لئے ہیں کہ ان کے پاس یقین حاصل کرنے کے درائع نہیں ہیں وہ محض اندازہ اور ٹھکل سے کسی راستہ پر قدم رکھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتنا کام بہتے ہیں اور کبھی اتفاق سے کسی مسئلہ میں صحت کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں مگر اذعاناً اور یقینی کیفیت سے وہ پھر بھی متحرک رہتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں انبیاء کرام آپس میں کس قدر متحد ہیں۔ امور غیبیہ اور طبعیات میں انکی موافقت کتنی شدید ہے؟ ایک پیغمبر نے جو کچھ کہا اس کو دوسرے نے مار یقین قرار دیا اور نہ برابر کبھی اختلاف پیدا نہیں ہونے دیا۔ سچ تو یہ ہے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اَنَا مَعَشَرُ الْأَنْبِيَاءِ ذِيْنَ كُنَّا وَاحِدًا“ اگر ہزاروں پیغمبروں کا یہ اتفاق محض اتفاق ہے تو ایسے اتفاق کی کم از کم اس دنیا میں تو کوئی نظیر نہیں ملے گا۔ وہ کہیں موجود ہے تو اس کی نشان دہی میں ہرگز ٹھکل سے کام نہیں لینا چاہئے۔

انبیاء کرم پر اگر اعتماد نہ کیا جائے اور ان مشاہدات کو بھی فلاسفہ کے ہم پل قرار دیا جائے تو ادغان اور یقین کو دنیا سے مٹا دینا چاہئے۔ کیونکہ پھر از سبب اوستیک کے سوا اور کسی کی فرماوائی کوئی جگہ یا مودعیہ میں مطلقاً ضرور نہیں ہے۔ آخر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ امور غیبیہ اور آئینہ میں فلاسفہ اور عوام میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ فلاسفہ فوق انادرا اور میں ایسے ہی پس ماندہ اور لاپچار ہیں جس طرح عام لوگ۔ نہ فلاسفہ کے پاس یقینی ذرائع موجود ہیں نہ عوام کے پاس اگرچہ کچھ ذرائع یہودیہ ہو تو ایسی عوام اور فلاسفہ کا وسیع برابر ہے فرق صرف یہ کہ ایک گروہ ضبط و نظم اور سلسلہ کیا کہ اپنے تصورات کی صورت پر کھڑی کر دیتا ہے اور دوسرا ان دواؤں اور پھوپھوں سے واقف نہیں ہے۔

بنت زہرا کا بہنویشی

از جناب تید سبط حسن الحسینی خوشترخوین پوری

اولیٰ سلسلہ میں جب شام کے فاسق و فاجر شقی و ظالم۔ حاکم نے پیغمبر اسلام کے نواسہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بحالت غربت و مسافر۔ ناحق جنگ و جدل چھڑ دی اور طعج طعج کے مظالم گوناگوں مصائب سے خاص آل عبا کو اس وجہ ادیت پہنچائے کے جہر گوشہ رسول کو اتھاق حق و ابطال باطل کیلئے اپنا تن من۔ و معن سب کچھ دین و اسلام پر نثار کر دینا پڑا۔ اس عالم ابتلا میں ہر جینی فرد سے کما حقہ خدمت اسلام انجام دی جتنی کے معذات عصمت و طہارت نے بھی جان سیاری مذہب اس اعلیٰ عنوان سے فرمائی کے ختم فناک نے از آدم تا یندم۔ ایسی قربانی و ایثار بہت و استقلال۔ صبر و شکر کیا کہ تہ راضی برضار الہی رہنے و ایان نہیں دیکھیں۔ اور نہ اب قیام قیامت ٹالنا کا مثل نظیر کا دسویں مجرم کو جب فرزند قبول کو صحت بے آب و گیاہ میں ہر طرف سے دشمن کی فوج نے گھیر لیا اور راستے ہی بند کر دے تاکہ کوئی نصرت امام کو نہ آ سکے۔ یہاں تک کے اعوان و انصار حسین جبرائیلیا سے تنگ اگر دفاع ممکن ہو مجبور ہوئے اور میدان کا زار میں یکے بعد دیگرے داوہر دانگی و شجاعت دے گئے۔ تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں بچوں (حسین و محمد) کو خیمہ اقدس میں طلب کر لیا۔ خود اپنے ہاتھوں سلاح جنگ سے آراستہ کیا اور جفا فتنہ کو بھیج کر اپنے ماں بچا کا محکم کو یاد فرمایا۔ جب حضرت زینب لائے تو میں نے دست بستہ با چشم بکھلا آپ عرض کی یہ سہیلانا کی حدیث ہے صدقہ سے باٹل جاتی ہے۔ لہذا مجبور و دین سے دور پناہ اپنے ولید و کو حضور کے قود

پر تصدیق کر دینا چاہتی ہے۔ اسلئے کہ اس سے زیادہ اب کو نسا ابتلا کا وقت ہوگا۔

اں کا ارشاد پاتے ہی لپٹ گئے۔ ماموں بہا بخو نکو بعد حسرت و باس و دل کیا مامو یہ جو کے پیاسے پیچے متعلق کو سد بارے۔ جعفر کیا رکے پوتے اور جیوڑ کر کر کے نواسے عالم کنسی و خود سالی میں بحالت تعب و توفی۔ شایموں نے اس طرح نرد آزا ہوئے کے اپنے نبردگوں کی لڑائیوں کا کیا دنازہ کر دی۔ لیکن تیس شبانہ روز کی بھوک پیاس اور ریگستان کی سخت ترین دہوپ میں دو فضل صغیر لاکھوں سبکدوش ٹرتے ہر جا و جانب تیر و تیر۔ نیزہ و شمشیر کا وار ہونے لگا اور عبد اللہ کے پس منظر اعدائیں گھر کر زخم کھانے لگے تاہیں کہ مخرج ہو کر زین فرس سے فرش ارض پر گر پڑے اور مارہ تغتیدہ جگر کو آواز دی جنابہ زینب خبر شہادت شکر سجدہ شکر بجالائیں کیمیری پر غلوں قرانی بارگاہ صمدیت میں قبول ہو گئی۔

اللہ اللہ دختر خالہ کیسا دل و جگر کھتی تھیں کہ اپنے امان جگر پاروں کو جن سے ہتیرے ارمان و التبتے اور بچنے پر واں چڑھنے کی بڑی تمنایں تھیں ان کے خاک و خون میں آلودہ۔ زخموں سے چور لائے دیکھ کر کچا شکار کی شکر باری کرنے لگیں حقیقتاً یہ عمل درس بتا تمام کیلئے کہ راہ خدا میں اس طرح مردانہ وار ب کچھ شہر کر دینا چاہیے۔ گربا میں نزاکت و وقت کا خیال اور بھائی کی بچی محبت و قدر وانی نے زینب کے جذبہ عمل کو اور تیز کر دیا چنانچہ اپنے ایشار جان و مال کی وہ شان دکھائی جو تمام عورتوں کیلئے پیام عمل درس حیا بن گیا۔ ضرورت ہے کہ ہم دشت کر باذنبی کامل ایشار کر نوالی بی بیوں کے اسوہ حسنہ سے اخلاق مجیدہ اور اچھے سوک کے طریقے سیکھ کر اپنا لاکھ عمل قرار دیں۔ کاش کتیز جناب سیّدہ (فقیہ) ہی کے عمدہ ترین طوار و خصائل کا کچھ پر تو ہم پر چڑ جانا تو ہماری بگڑی ہوئی حالتیں بہت کچھ صدمہ فائیں سے

ثانی زہر ازینب کسری ہم سب کی محذومہ ہے

تقلید کے قابل سیرت تیری بیشک مظلومہ ہے

سفیہ آئندہ سے آراہ برابر پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوگا۔ جن محفلات کو اس سلسلہ میں نکالتی

تھی امید کہ وہ اب طبع میں ہونگے۔
ادارہ سفینہ نوال کے زیر اہتمام ایک روزانہ **ایڈیٹوری ایوننگ ٹونہ** (ایف ٹیونہ)

(عنقریب جاری ہوگا)

شہید کا سر

(از مہاجر کربلا، شیخ محمد زکریا ندوی، سیف آبادی ٹیال)

کھلے ہیں فوج کے نشان
کہ اٹھ رہی ہیں آندھیاں
جگ ہی میں تیغ کی ہر ایک سمت بجلیاں
لگے ہیں نیزہ و تبر
فکافہ ہے سرور
یہ صبر ہے نہ دگمگائے پاؤں جم گئے جہاں
یہ شاہ مشرقین ہے
حسین ہے حسین ہے

کئے ہوئے ہیں واپا
ہے اول سے جوں پہنکا
غم و الم ہیں سیکڑوں تو زخم ہیں ہزار ہا
مگر یہ مردِ خاص
یہ حق شناس با وفا
اٹھارہ ہے ستمیاں ہنوز پوش ہیں بجا
یہ شاہ مشرقین ہے
حسین ہے حسین ہے

یہ مصطفیٰ کی آل ہے
یہ ترقیے اسکا لال ہے
یہ فاطمہ کا چاند ہے یہ صاحب کمال ہے
پڑیں ہزار آفتیں
اٹھائیں ب مصیبتیں
گم نہ لب پشکوہ ہے نہ دل میں کچھ طال ہے
یہ شاہ مشرقین ہے
حسین ہے حسین ہے

یہ قین دن کی پیاس ہو
کہ زندگی سے پیاس ہو
بتلا ہوا جہاد پر گر یہ حق شناس ہے
یہ ہے منزل بقا
یہ ہے جادوِ رضا
نہ اس میں اضطراب ہے نہ خوف و ہراس
یہ شاہ مشرقین ہے
حسین ہے حسین ہے

یہ راز اور نیا زہ ہے
یہ آخری نسب زہ ہے
یہ کس طرح ادا ہوئی ہنوز ایک راز ہے
اٹھا وہ خنجر جفا
یہ کس نے رکھ دیا نگلا
یہ وہ نماز عشق ہے کہ جس پہ حق کو ناز ہے
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

علم ہوئی ہیں تیغ نکین
ستہ کی برچھیاں چلیں
بیابان شربا بڑا ہے لشکر حسین
پلا ہے شہر بدگھر
جہاں دیا ہے شہ نے سر
یہ زلزلہ ہے ہل رہی ہے کربلا کی سرزمین
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

یہ وہ نماز عشق ہے کہ جس پہ حق کو ناز ہے

حسینؑ کی شہادت کا مشکلیا

از جناب سید اختر علی صاحب تلہری گورنمنٹ جوبلی کالج (کھنوا)

کیا یہ کہ گنگا جانا امت جہاں کی بخشش کا سامان نکل آئے۔ آپ کے مقدس خون کے قطرے مسلمان معصیت کاروں کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں۔

شہادت حسینؑ کا اگر یہ منشا و قرار دیا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اپنی ہیجرت کے شہسوار کفارہ کے مہم میں دینیائیوں نے اگر حضرت مسیحؑ کے مصلوب ہونے کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ لیا تو ہم حضرت حسینؑ کی شہادت کو ہی نوعیت دے رہے ہیں۔

ایک مسلمان جو دین فطرت کا تابع ہے اپنے اعتقادی دستور العمل میں ایسی بے انہیوں کو قانون کا لباس پہنا کر مجرم نہیں دیکھتا۔

ربانی مذاہب دنیا کی تمدنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ہر فرد کو صحیح اخلاقی جاوہ پر ڈال دینا قانون کفارہ کی تجویز ان کے اس منشا کو دفع کرنے والی ہے۔ یہ خیال کہ ایک معصوم ذات کا بے گناہ دار پر کھینچ ڈالنا اور اس کے گلوے مقدس سے تلوار کا پیرہنا اور اس کے ماننے والوں کی سیاہ کاریوں کے بخشش دیکھے جانے کا ذریعہ

درحقیقت معصیت و انثم کے جذبات کو نشوونما دینے والا غلط کارروائیوں اور گمراہ افزاں کی ہمت افزائی کرنے والا ہے۔ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ اسلام کے سر نہیں کر سکتا۔ اسی حالت میں شہادت حسین جو خود حقیقتہً دین فطرت کے خدا کی نشانی ہے۔ اس منشا کی تکمیل کیونکر ہو سکتی ہے۔

حسین اور ان کے وفادار رفقاء نے اپنے گئے اسکے نہیں کٹوا کر اُسے تھکے کر ان سے پہلے داتِ نظارتِ ثلوثِ معلوم مسلمانوں کے دامن سے گناہوں کے داغ و بہودیں اور انہیں جملہ سماجی کے ارتکاب کا موقع بلا خوف مواخذہ مل گیا۔ پھر کیا اس شہادت کا یہ منشا رہنا کہ ماتم کر نیوالوں کی چند ٹولیاں گریہ و زاری کرنے والوں کی چند جہاتیں تیار ہو جائیں اور ایک خاص قسم کی توازن رکھنے والی سینہ زنی اور نوحہ ویشون کی موسیقیت نوازی سے ہر سال اس دردناک اقلہ کا اعلان کر دیا جائے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے اہم واقعہ کی غرض اور اتنی اوجھی یہ دنیا کا مشہور بزرگ عظیم "ادراوس" کا مقصد اتنا معمولی۔ میرے خیال میں حسین کی شہادت کا یہ منشا قرار دینا کہ چند آنسو بہانے والی آنکھیں جو دہیں آجائیں بے حد عجیب و غریب ہے۔ اسکے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ ہمیں حسین کی ذات سے ابتدائی تعارف بھی نہیں ہوا ہے۔ ہماری نگاہیں اس شہادت کے رموز و اسرار کے کسی حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی ہیں۔

پھر آخر اس شہادت کی عرض کیا تھی

یہ اور صرف یہ کہ دنیا کو عملی طور سے بتلادیا جائے کہ قہرمانیت و استبداد کی قوتوں کا مقابلہ کیونکر کیا جاتا ہے۔ خود ہر وجہ و جھوکتوں کی مخالفت کہاں پر ان فی فرغیہ ہو جاتی ہے۔ مادیت کے مقابلہ میں روحانیت کو کہاں پر صاف آراہونگی ضرورت ہے۔ ہر ہی خود داری کی حفاظت میں کس مقام پر سرکنا و حیا ان فی شرافت کی نشانی حسین کی شہادت دنیا کے اوجھل و احمول واقعات میں نہیں ہے بلکہ حوادث کے سلسلہ میں رو آور آنے والی آنکھوں کے سامنے آنے والے رہتے ہیں۔ اس داستانِ خونچکاں نے "انقلابی فلسفہ" برادر و عالمیہ کی علمی حیثیت کی بناءً تشریح کی ہے اوس نے واضح طور سے بتلایا ہے کہ اس فلسفہ پر عمل پیرا ہوئی کب ضرورت ہوتی ہے۔ سکون و ستر اٹھ کی موجودگی میں اور عمل کرنا چاہئے اوس کی کتنی منزلیں ہیں اور اوسکی ہر منزل کے وظائف یا ہیں۔ ذکر: "یہاں کی نوعیت کیا ہے سیمینٹر کہاں علم کرنا ہوتی ہے۔ اور کس مقام پر دشمنوں کے چمکدار برجیوں کی زخموں کے لئے سینہ کو کھل دیا جاتا ہے یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ اس کا اصلی منشا ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں رہا۔

ہیں عین سے محبت کا دعویٰ ہے۔ یہیں اس پر ناز ہے کہ ہم انکی شہادت کے تذکرہ کو زندہ رکھیں ہوئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اس واقعہ سے کوئی سبق حاصل نہ کر سکے۔ ہمارے سیرتوں اور انکی خصوصیتوں سے غیر متاثر نہیں ہمارے باروں میں قوت پیدا ہوئی نہ دلوں میں ہمت۔ یہیں بالکل نہیں معلوم کہ جو اندروں کے دلوں نے کیا ہوتے ہیں۔ بہادروں کے حوصلے کیا نوعیت رکھتے ہیں۔ ہم چند بزدلوں اور بے ہمتوں کا گروہ بن کر رہ گئے ہیں۔ استبداد کے ماتھے پر ادھر برہم کی کئی شکلیں پڑیں اور اندھیرا ہم پر مقرر ہو گئے۔ ادھر اقتدار نے نگاہیں بدلی اور اوپر ہم لرزنے لگے۔ یہ کہ ہماری آنکھوں سے آنسو نکلے ہیں تو سخت کی مسندوں پر بیٹھے والوں کے تصور دیکھ کر بزدلی ہمارے دلوں میں جڑیں پکڑ چکی ہے۔ بے ہمتی مصلحت ہے نہ کہ لباس میں ہم پر مسلط ہو چکی ہے۔

حقیقت سے بہادر اور پرجہاں ان کو ایسے دوستوں کی نہ سمجھی ضرورت تھی اور نہ ہے۔ انکی یاد کا حقائق کرنے والوں کو ایسا تو ہونا چاہیے۔ جن میں حبیب ابن مظاہر اور سلم بن عوجہ کی شان و خدادادی کی تھوڑی سی جھلکیاں نظر آئیں۔ وہ قربانی وہ ایثار کے کچھ تو ذائقہ شناس ہوں۔

ان سیرتوں کے ساتھ ہمارا انوکھا و نام فائدہ بخش نہیں۔ عین سے زبانی محبت کے لئے جو بڑے دعوے اور عملی حالت یہ کہ اپنی مجلسوں میں ذکرِ غنیمت البقیع بھی سیاحت کے موہومی خطروں کی وجہ سے ممنوع ہے۔ یہ عین کے لئے دوستداروں کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ عین کے حقیقی ماننے والوں کی یہ روش نہیں ہو سکتی۔ میں یہ کہوں گا کہ عین دربار میں ان بچے آنسو کی قدر ہے۔ جنہیں دلیروں اور بہادروں کی آنکھیں بہائیں اور انہیں جھوٹے آنسو کی عزت نہیں ہے جو بزدلوں اور بے ہمتوں کی آنکھوں سے جاری ہوں۔ عین کی شہادت کا معقدروں اور افراد کے وجود سے پورا نہیں ہو سکتا۔ جھکی زبانوں پر ہر وقت عین عین کے بغیر لیکن دل ’عینیت‘ سے بالکل نا آشنا۔ عین سے بہادر اور صاف گو ان کا نام لینے کیلئے کبھی زبانی کی ضرورت ہے۔ منافق زبانوں کی انہیں۔

عین کی شہادت کا تذکرہ کرنے کے ہم اٹھتے بیٹھتے عادی ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی ہمارے افعال و اعمال میں عینیت کا رنگ نہیں جھلکتا۔

ہم دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ خود غرض طمع۔ ملک قوم و مذہب کے بہو کے افکار سے نا آشنا۔ مختلف توہمات کے شکار قوت و اقتدار کے ذلیل ترین خوشامدی آخریہ رمز کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس شہادت کے متعلق ہمارا نقطہ خیال بدل گیا ہے۔ اس کے حقیقی مقاصد نگاہوں سے اوجھل کر رہے گئے۔

تجارتِ ہیتہ ذاکرین اور ہر شیعہ خوانوں کی حماقت اس کے ضمنی مقاصد ہر وقت ہماری نگاہوں کے سامنے

مہینہ لگی ہے نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ ہم چپکے سے شغل کرتے رہیں۔ خوشنک رسائی ہو۔ ظاہر کے نقش و نگار سے مل جلا باطن کے جن جمال سے دل و دماغ کا سرور نہ حاصل کر سکیں۔

نی الواقعی ہماری محرومی کا یہ قصہ کھنڈر و گداز ہے کہ حسین کی شہادت سے انقلابِ فرینِ افروز ہماری قومی تاریخ کا اہم جز ہو اور ہم اوس سے کوئی اخلاقی سبق نہ حاصل کر سکیں اوس سے کوئی مفید درس نہ لے سکیں۔ زندہ قوموں کی سیرتوں کی کیا ہی خصوصیتیں ہوتی ہیں۔

۷۸۶

قطعہ

از جنابہ خاتمہ صاحبہ - نسیم

ہوئے تنو کے مقابل رن میں جزا ہوتی ہو رہے ہیں تشنہ لب سے روز ہمت ہوتا ہی ہو
ٹایا بات پر گھر کو سخاوت اسکو کہتے ہیں۔ جو کیا عمر تہہ شمشیر طاعت ہوتا ہی اسی ہو۔

سلام

خواب میں روئے منور جو دکھائیں شہیرؔ
پری سوتی ہوئی تقدیر بچائیں شہیرؔ
حشر کے روز میری پیاس بجھائیں شہیرؔ
جام کو تمہے بھو بھرت کے پلاؤں شہیرؔ
دن ہے عاشورہ کا کہتی ہے یہ شہیرؔ
آج کچھ جو ہر شہیرؔ دکھائیں شہیرؔ
مرضی حق تہی جی تھائی منشاے حضورؐ
ورد کیا بات ہے پانی بھی نہ پائیں شہیرؔ
آتے ہمارے دشمن کہ اہل آجائے
کیا حیرت ہے کہ تلوار چلائیں شہیرؔ
ہاں دی اف نہ کیا ہے یہ شہیرؔ
تاکہ دنیا کو رہ حق پر دکھائیں شہیرؔ

یہ فخر بادِ مصالافی ہے طیب سے نسیم
اے کے روٹھی ہوئی صغیرؔ اکو منائیں شہیرؔ

محرم اور وسعیت

از جناب سید سعید حسین صاحب ایڈیٹر یو یو لکھنؤ

محمّد تبلیغ اور تعلیم اسلام کا مخصوص زمانہ ہے۔ اگر ذکرین کا طبقہ اسکی عظمت اور قیمت کو سمجھ سکیں اور اس سے پورا نفع پہنچانے پر آمادہ ہو جائے۔ ہر شمس سے آل مجلس محض روزگار دلانا اعلیٰ ترین مقصد سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ضمنی پہلو ہے۔ اس میں شک نہیں کہ روزنامہ ان سے جو انیت کے اثرات کو دفع کرتا اور اوسکو رد جانیت کے درس کو قبول کرنے کیلئے راہ راست پر لگا دیتا ہے لیکن جس صورت میں وہ درس دیا ہی نہ جائے تو ہمارے افعال عادات فطریہ پر وہ شریف آثار کہاں سے ظاہر ہوں جو سچی مشین کی اصلی غرض ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس شخص نے پھر دی اور عقل کی روشنی میں امام حسینؑ کے آخر زندگی کے سب آموذ احوال کو غور سے نہ مطالعہ کیا ہو وہ اسلام کو اس کے اصلی جامہ میں سمجھنے سے قاصر ہے۔ جناب سرور کائنات کے تعلیمات کے مدرس اعلیٰ حضرت خاس آل عباس ہیں۔ جس نے اس اوتاد سے کچھ نہ سیکھا اوس نے شریعت اسلام کی کچھ ہی قدرہ عزت نکلی۔ یہ تو سمجھنا چاہئے کہ مبلغ اسلام نے بچپن میں انکی بزرگی۔ محبت۔ شرافت۔ صداقت۔ خدا پرستی۔ مکرر ہر موقع اور ہر زمانہ میں آخر اس قدر کہ وسعیت کیوں کی؟ اگر محض دنیاوی محبت کا یہ تادمہ ہوتا تو کچھ دولت ادن کے واسطے جمع کر دی ہوتی مگر ایسا نہیں کیا جس سے ظاہر ہے کہ حسب منشاء خداوندی قوم کو آپ سے رجوع رہنا کے لئے باہر اس لئے ہدایت فرمائی کہ علم نبوت سے معلوم تھا کہ اسلام کو زندہ کرنے اور اس کے وجود مستحکم بنانے میں حضرت امام حسینؑ کا عظیم اور کامیاب سعی کرنے والے تھے اور کون ہے جو اوس سعی اور اسکی عظمت و کامیابی سے انکار کر سکے؟ آپکی حسی زندگی کے دس دن کے اندر جو قیمتی درس دنیا کو دیگیا اوسکی مثال صفحات تاریخ میں عنفاً انسان بننے کیلئے ہر سبق بولے کے ہر فصل سے ظاہر ہوتا ہے جو اہر بے بہا ہے۔ اگر ان اول پر غور اور عمل کرنے کی مقررہ سعی کرے تو وہ تھکا کا چٹیا نہ لگا اور رسول کریمؐ کا وادہ سرور ہو سکتا ہے۔ ان کی نکتہ وسوایا دفع ہوتا ہے اور دنیا کے لئے نمونہ قرار پاتا ہے

معرکہ کربلا کا ہیرو

(نوشتہ جناب اعجاز - میرٹھ کالج)

واقعہ کربلا کو اگر بنظر ايمان مطالعہ کریں تو ہم کو اور مسلمانان عالم کو اس سے ہزاروں سنگٹڑوں اخلاقی اور روحانی اسباق و نمونے ملتے ہیں۔ جیٹن ہی کی بزرگ اور قابل قدر ہستی تھی جس نے اسلام کی دو جی ہوئی کشتی کو سنبھالا۔ ورنہ آج نہ یہ اسلام ہوتا اور نہ یہ مسلمان نظر آتے بلکہ فسق و فجور۔ زنا۔ نا کاکی مچھلن آراستہ ہوتین۔ اور کوئی اتنا بھی نہ ہوتا جو کلمہ توحید پڑھتا۔ حسین کے طفیل سے سرزمین عرب میں آج پانچ وقت تک توحید ہو امیں گونجتی ہے۔ جیٹن نے اسلام کی خاطر اس قدر زبردست ہمیش امدادیم انیٹن قربانیاں کی ہیں کہ آج تک اسلام اوپر فخر کرتا ہے۔ نانا کی امت کی خاطر چوٹے چوٹے پچھے بھوکے اور بیا سے تھکن اسلام کے پہلے ہونے پودے قربان اور خدا کر دے۔ شیرخوار بچے دشت کربلا میں محض اسلام کی خاطر قتل ہوئے لیکن غضب ہی کہ اب بھی مسلمان بارہنیں آتے اور حسین کی امت کو ستائے جاتے ہیں۔

یاد دہ دھکارا ان مسلمانوں کو جلد بیدار کیجیو۔ یا اکرم الحاکمین شہید کربلا کے طفیل میں اور چوٹے چوٹے شیر خدا بچوں کے لصدق میں منتشر شیرازہ کو جلد بکا اور۔ اس میں اتحاد و اتفاق پیدا کر دے۔ یارب العزت انکو اسوہ حسنی پر چلنے کی توفیق نیک عطا فرما۔ محض سو غمے بیٹے۔ گریہ و زاری۔ سینہ کو بی اٹک سیزی زیادہ کار آمد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اپنے اعمال اچھے کیجئے۔ اور آخر میں حقیر راقسم کی دعا ہے کہ مظلوم حسین شہید حسین۔ بیکس حسین۔ غریب و لاچار حسین۔ بے یار و مددگار حسین کے طفیل سے سب مسلمانوں کو توفیق نیک دے۔ اور ہمارے اندر اعمال صالح کرنے کی صلاحیت عطا کر۔

سر داد نہ داد دست درد دست یزید
حقا کہ بنا سے لالہ ہست حسین

روح اسلام

شہادت امام حسین علیہ السلام پر چند محققین یورپ کی رائیں

جہاں نثاروں نے تیرے گرد سے جھگل آباد

خاک اڑتی تھی شہیدانِ وفا سے پہلے

اس دینا میں بخوشی اور بیخ کا گھر ہے جہاں کی ہر چیز بدلتی رہتی ہے۔ آج سے تیرہ سو برس پہلے جب
سالنہ روح فرسا رہتا ہوا اپنے نبی آخر زماں کے نواسیہ حسین کو تین دن کا بھوکا پیاسا مع ان کے اکھڑا
اجتہاد رشتہ دامن کے کر بلا کی طبعی زمین پر دس محرم کو یزید کے لشکر نے بے گناہ قتل کر دیا۔ صرف حسین
کو ہی ذبح نہیں کیا گیا بلکہ ان کے حرم محترم کو ان کے بعد سخت ترین مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ حسین مظلوم پر اہل
یورپ کی جو اپنی مطبوعات خیالی اور عقل پرستی کے سبب سنگدل ہو گئے ہیں۔ انہو بہائے بغیر نہ سکے چنانچہ
ذیل میں صرف چند کے اقوال نمونہ حسین کی مظلومیت و بہادری پر تحریر کئے جاتے ہیں اور بعض کی رائیں
جو تعزیر داری و مجالس کی بابت ہیں تحریر کی جاتی ہیں جن میں انہوں نے بتایا ہے کہ =

یہ چیزیں کس طرح تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہیں اور اسکی بدولت کس طرح آج دنیا میں سنی عزادار
نظر آ رہے ہیں اور بڑھتے رہیں گے۔

(۱) ڈاکٹر میوڈل میں جو جرمنی کا رہنے والا ہے اپنے رسالہ سیاست اسلامیہ میں شہادت امام حسین پر
وائے زنی کرتے ہوئے ایک جگہ اس طرح لکھتا ہے۔ حضرت محی کا قصہ تاریخی بڑے بڑے واقعات میں
سے ایک بڑا واقعہ ہے۔ اور اس طرح جو سلوک یہود نے حضرت مسیح سے کیا اس زمانہ تک اسکی نظیر واقع
ہوئی تھی مگر حسین کے واقعہ نے تمام وقائع پر فوقیت پیدا کر لی۔ جو مصیبتیں کہ حسین نے اپنے نانا کے دین
کے ذمہ کرنے میں برداشت کیں۔ گزشتہ باب ادیان پر فوق رکھتی ہیں اور سابقین میں سے کسی پر واقع
ہوئیں ہوئیں۔ مسیح کے مصائب حسین کے مصائب کے مقابلے میں اس قدر موثر اور گہرا نہیں ہیں
لاحق کے نزدیک قانونِ مکر کی حفاظت اور مسلمانوں کی ترقی پر مسیحین کے قتل ہونے سے ہے۔

ہمیں تمام روحانین میں زیادہ تر حضرت مسیح سے مشابہ ہیں لہذا ان کے مصائب و شدائد و سخت تر تھے۔
 پھر تشریف داری کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کرتا ہے: ”اگر دو قرن تک مسلمانوں میں
 اسی طرح تعزیر جاری رہے اور تمام مقامات میں حکومت حاصل ہو تو مسلمانوں میں تازہ طور پر
 زندگی پیدا ہو جائیگی۔ اگر مسلمان مذہب کو نظر انداز کر کے اور مذہب کو پس پشت ڈال کر قومیت کے
 نام سے ترقی کرتا جائے تو بجائے فائدہ نقصان اٹھائے گی۔ اس لئے کہ پانچ حصہ مسلمانوں کا دوسری قوموں
 کے فشار میں ہے اور دیگر مذاہب میں مضلل ہو رہے ہیں اور وہ اگر قومیت کے نام سے ترقی پائیں گے تو پانچ
 حصہ دنیا کی سیاسی زندگی سے محروم رہیں گے۔ ہاں وہ اگر اسلام کے اسم جامع کے ذریعہ سے ترقی کرنا چاہیں گے تو
 جمیع افراد اہل اسلام میں پولیٹیکل روح نمودار ہو جائیگی اور روحانی سلسلہ و رابطہ کے ذریعہ وہ تمام اہل اسلام وجود پر
 قوموں کے فشار میں ہیں انھیں محض اس سے محفوظ رکھیں اور روحانی مادے جو آج مسلمانوں میں رائج ہیں انہیں
 جسے عین کی تعزیر داری کے سوا کوئی چیز بھی پولیٹیکل احساس مسلمانوں میں پیدا نہیں کر سکتی!!

مجاہد کی بابت اگر صاحب موقوف کہتے ہیں کہ ذرا غور سے دیکھنا چاہئے ان مجاہد کو جو عین کی
 غزاداری میں ملوث ہوئے ہیں کہ کیسے تھکے و تھوڑے اور حیات بخش سکتے ایک دوسرے کے کان تک پہنچاتے ہیں
 اور باطنی تعلیم دیتے ہیں اور جب تک وہ اس عمل کو اپنا ملک قرار دے دیتے ہیں اور زیر دست قبول کر لیں
 دوسری جگہ بھی موصوف اور فلسفی نے خیال ظاہر کرتا ہے کہ ”عین کی غزاداری کو ہندوستان میں پورے
 طور پر اور آتش و آواز سے شائع ہوئے۔ سو برس سے زیادہ نہیں گزرے اس لئے کہ وہ عین ملک ہند
 کے اس سرے سے اس سرے تک غزاداری پھیل گئی اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر روز ترقی بڑھ رہا ہے بعض
 موزین اس دسم و رواج کی کیفیت سے نادانیت کی حالت میں بے خبری کے طور پر کلام کر گئے ہیں اور
 پیروان حقیقت کی اہم داری کی وضع کو بلحاظ محض زمانہ کہہ گئے ہیں اور وہ بالکل غلط ہے ہوسے ہیں اور نہیں
 سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ نے اسلام میں کیا تغیر و تبدل پیدا کیا۔

جو شخص اہم داران جسم کی مدد سے عینوں کو ہندوستان
 میں فور کرے جنہوں نے غزاداری کو اپنا شعار قرار دیا ہے وہ ضرور تقدیر کر لگا کر ترقی کے بہت بڑے
 محنت کی تعمیر کر رہے ہیں۔ سو برس پہلے علی اور عین کے پیرو ہندوستان میں انگلیوں پر گنے گئے
 قابل تھے اور آج ہندوستان میں بحیثیت مددگیری قوم قرار پائے ہیں اور یہ حال ادن کا دیکھ کر ملا میں آتی ہے۔

(۲) ایک مشہور انگریز مؤرخ مسٹر جیمس کاکرن کتاب تاریخ چین میں امام حسین علیہ السلام کی شجاعت کے متعلق یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ ”دنیا میں رسم کا نام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گزریے ہیں کہ جن کے سامنے رسم کا نام لینے کے قابل نہیں چنانچہ اولیٰ درجہ میں حسین ابن علی کا مرتبہ بہادری میں ہے کیونکہ میدانِ کربلا میں ریت پر تشنگی و گر تشنگی میں جس شخص نے ایسا کلام کیا ہوا اسکے سامنے رسم کا نام وہ ہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں کسی کے قلم میں طاقت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا حال لکھے کسی کی زبان میں طاقت ہو طاقت ہے کہ ان بہتر بزرگوں کی ثابت قدمی اور تہور و شجاعت اور میں ہزار خونخوار شامی کا جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہو جانے کے باب میں مدح جیسا کہ چاہئے کر سکے۔ کس کی نازک خیالی کی یہ رسائی ہے کہ ان لوگوں کے حال کو تصور کرے کہ کیا ان پر گذرا۔ اس وقت سے جب عمر سعد نے دس ہزار سو اکر ان کو گھیر لیا اس وقت تک کہ جب شمر ملعون نے سر (امام حسینؑ) کاٹ لیا۔ کیونکہ ایک کی دوا و خوش مشہور ہے اور مبالغہ کی حد بھی ہے جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لیکن حسینؑ کو اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے گھیر لیا تھا اور اس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چاروں طرف تو دس ہزار فوج یزید کی تھی ان کے تیروں اور نیزوں کی بوجھا کر مثل آندھی کے آفاقی تھی اور پانچاں دشمن عرب کا دھوپ تھی جس کی مثال کسی جگہ زیر فلک نہیں ملتی اور یہی کہنا ہوتا ہے کہ عرب کی دھوپ کے مانند عرب ہی دھوپ ہے۔ چشادشیں وہ ریگ کا میدان تھا جو آفتاب کی نمازت میں شعلہ زن اور تنور کی خاکستر سے زیادہ پڑ سوز تھا بلکہ اسکو دریائے قہر کہنا چاہئے جسکے طیلے یمنی فاطمہ کے آبلے تھے اور دو دشمن سب سے ظالم عبوک اور بیاس کی مثل دغا باز ہر اسی کے جسکے برابر وہ نہیں ساتھ تھے اور تشنگی میں زبان پھو لکر جب پھٹ جاتی تھی تب ہی ان دو کی خواہش مشتعل تھی۔ پس جنھوں نے ایسے سرکہ میں ہزار ہا کافروں کا مقابلہ کیا جو ان پر غارتہ بہادری کا مظاہرہ کیا۔

۳۔ مسٹر گین نے جو جیس مشہور مؤرخ ہیں اپنی تاریخ بگنزدومن امپائر کی جلد ۹ صفحہ ۳۴۶ پر امام مظلومؑ کی بابت اس طرح لکھا ہے۔ ”جناب امام حسین علیہ السلام کا پُر درد واقعہ ایک دودھ دراز ملک اور دودھ دراز زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ہر جمہور مسکند لوں کو بھی ہلادیتا ہے اگرچہ کوئی کتابھی محنت دل کیوں نہ ہو مگر حسینؑ کا نام سننے ہی اس کے دل میں مہر دھکا کا ایک جوش پیدا ہوتا ہے“

۴۔ جس نے نہ لکھتے ہیں۔ ایسے واقعات غم انگیز تاریخ عالم میں کتر نظر آتے ہیں جو مصائبِ شہداءِ مکررہ کو بڑی حد تک
نہی پر گزرتے زبانِ زدِ خلایق میں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ اس واقعہ جنگِ لڑنے اسلام کو تہ و بالا کر ڈالا۔
۵۔ ایک اور روایت میں ستر جان لوگوں نے امام مظلوم کا چار سو شعر کا ایک مرثیہ کہا ہے جو بہت ہی درون ناکستہ و محزون
اسی امام کی نسبت آفریقہ سے اس طرح دی ہے ”وہ شخص اکرم حسین علیہ السلام دین دار، خدا پرست، فروتن، خلیق اور
بے مثل بہادر تھا۔ وہ سلطنت و حکومت کے واسطے نہیں لڑا تھا۔ بلکہ خدا پرستی کے جوش میں ایسا کرتا تھا۔ وہ پروردگار سے
بیزار تھا کہ نہ دیکھے افعالِ اسلام اور دینِ احمدی کے خلاف تھے۔“

۱۔ ایک فرانسیسی لکٹر مسٹر جوزف نے اپنی کتاب ”اسلام و اسلامیہ میں.....“ نامہ داری میں
اثرات کی بابہ اس طرح لکھا ہے۔ ۱۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ فرقہ نشیہ، اتنا ظاہر نہ تھا۔ اس گروہ کی
کے سبب ہمہ ممکن ہیں۔ اول یہ کہ ریاست و حکومت جو فی نفسہ کمال ہی کے پڑنے کی ترقی کا باعث ہو سکتی ہے دوسرے
کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے اس گروہ کا قتل و غارت جو ہر موقع پر میدان میں ہوتا رہا ہے ہی باعث تھا کہ قرن دوم
اسلام کے شروع میں شیعہوں کے ایک امام نے اپنے تباہی کے جان و مال بچانے کی غرض سے حکم دیا۔ تقیہ نے اس فرقہ
کو قوی بنا دیا جو کہ شیعہ ظاہر نہ تھے۔ ان کے خلاف قتل و غارت کا موقع نہ ملتا تھا اور یہ لوگ شیعہ، غمگین، مظلوم و
مصائبِ حسین پر رونے لگے۔ یہ افرادوں میں ایسا راسخ ہوا کہ کچھ عرصہ نہ گزرا کہ اس گروہ نے بلندی حاصل کر کے ترقی کی
کتنے ہی وزیر بادشاہ اور خلیفہ اس مذہب کے بعض تقیہ میں اور بعض علانیہ منعقد ہو گئے۔ امیر تیمور گولگان کے بعد
زمانہ سے جبکہ سلطنت ایران رفتہ رفتہ خاندان صفویہ میں آگئی۔ فرقہ شیعیہ کا مرکز ایران قرار پایا۔
اس فرقہ کے جو بعض فراتس کے سیاحوں نے کیا ہے چھ سات مسلمانوں میں ایک شیعہ ہوتا ہے۔ اس فرقہ سے
جو اس فرقہ نے بغیر کلام کے قصورے و حد میں کی ہے کہہ سکتے ہیں کہ ایک دو قرن میں مسلمانوں کے تمام فرقوں سے شمار
بڑھ جائیگے۔ اور یہی تفرقہ دار کا ہے جس نے اس فرقہ کے ہر فرد کو اپنے مذہب کے مشرعی مذہب پیلانے والا ہادی ہمارا
آج کے روز میں ہر کوئی ایسا مقام نہیں ہے۔ جہاں دوشیعہ ہوں۔ اور امام کی عزاداری نہ کریں۔ یہ بند گاہ اسل
میں ایک عرب شیعہ بحرینی کو دیکھا کہ جوٹل میں تنہا مجلسِ اقامت کی اور کتاب لے ہو کر سب پر بیٹھا ہوا کچھ
پڑھ رہا ہے بعد ازاں جو شربت و طعام اس نے مجلس کیلئے تیار کیا تھا فقرا کو تقسیم کیا۔ وہ لوگ اس راہ میں
مال و دولت و طرح خرچ کرتے ہیں۔ بیعتا یہ ہیں کہ ہر سال اپنے مال میں سے مقدور کے موافق اس راہ میں اٹھاتے ہیں
اور یہ رقم ہر سال لاکھوں فرنگ (فرانسیسی سکے) سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ مسرت و حاف ہیں جو اس فرقہ نے

مجلس و قائم بنا کر کے لئے مخصوص کر دے ہیں اور یہ مقدار بہت ہی زیادہ ہے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے تمام فرقے ملکر بھی اس فرقے کے برابر اپنی مذہب کی راہ میں مالی و معاشی ہتھکنڈے خرچ کرتے۔ اور اس فرقے کے وقیفہ تمام فرقوں کے وقیفات سے سب سے زیادہ و گئے اور لگنے ہیں اس فرقے سے ہر ایک بلاشبہ اپنے مذہب کا مشرعی و دعویٰ ہے اور یہ نکتہ تمام مسلمانوں پر پوشیدہ ہے۔ یہ بات کہ شیعوں کو بھی اس عمل سے اس فائدہ کا، جو ان کو پہنچا ہے، خیال نہیں انکی نیت ثواب کا قبضہ ہے چونکہ لاء بعد کے ہر عمل اس علم میں اپنا اثر یا قطع بخشنے یہ فعل بھی شیعوں کو اپنے پہل پہل ہے۔" مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ امام مظلوم کی مظلومیت جو فرقہ میں کسی طرح سے نہ تو ہوا تو ہیں تو میرا مجالس کی بابت کچھ کیا خیالات ہیں۔ ان میں بعض نحو ان باتوں پر رشک کھاتے اور لکھتے ہیں اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا تو بہت جلد شیعوں کو دنیا میں بھی زیادہ بڑھا جاتا۔ مجالس کا مختلف پر نظر کرتے ہوئے اگر جو فرقے نے کچھ جاکر کھا ہے کہ ان مجالس میں علی الاعلیٰ کچھ کیا تھا بتائی جاتی ہیں۔ کہ اس فرقہ کا ان پرہ سے ان پر بھی دوسرے فرقے کی تعلیم یافتہ لوگوں سے ہی ضرورتاً تو زیادہ جانتے ہیں کہ وہ لوگ تمام مسلمانوں سے زیادہ مسائل محل کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھنا ہے کہ آج دنے میں زیر بحث منظر لائے خواہ یہ حیثیت بات شایعہ سے شائستہ معرفت علم و ثروت میں فرقہ نشین نظر آئے۔ پھر لکھنا ہے کہ آج اس فرقے نے سرسم نہ ہی اور کرنے میں ایسی ہی ترقی کی ہے کہ مسلمانوں کے اپنے خیالات کا پیر و بنادیا ہے بہت ہندو اور پارسی اور مذہب نے بھی ان کے شریک ہو گئے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک قرن گذرنے کے بعد جبکہ یہ خیالات و رائے ان لوگوں کی اولاد میں منتقل ہوئے تو وہ بھی مان لگتی یا مذہب کی تصدیق کر گئے۔ چونکہ فرقہ نشین اپنے تمام مطلب کے اپنے مذہب کے زرگوں سے متعلق جانتا ہے اور اپنی مشغول اور ماحول ان سے مدد طلب کیا ہے دوسرے فرقے بھی جو ان کے عقائد اعمال میں شریک ہوتے ہیں بہت سے انکی پیروی کرتے ہیں اور جو ہی کراچی آکر زور مراء پاتے ہیں انکا عقیدہ خود بخود زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ ان فرقوں و اسباب سے متوجہ نکال سکتے ہیں کہ متوجہ اور عرصہ میں گذر کر اس فرقہ کے زور و شمار تمام عالم اسلامی کے تمام فرقوں کے برابر ہو گیا۔ محقر یہ ہے کہ مجالس کو اور تو یہ داری سے جو فرقہ اسلام کو پہنچے اور جس کا ہم خیال بھی نہیں کرتے غیر اقوام کو مجبور کرتی ہے کہ ان چیزوں کو دہشت کی نگاہ سے دیکھیں۔ بعض یورپین لگتے ہیں کہ اگر عیسائی بھی اسی طرح (مجالس کے ذریعہ سے) اپنے مذہب کی اشاعت کرتے تو آج تمام دنیا میں سوائے عیسائی کے اور کسی دوسری قوم کا نام بھی نہ ہوتا لیکن انسوس کہ آج ہمارے بعض برادران ایمانی ان ہی باتوں کی مخالفت پر تے ہوئے ہیں جو صرف شیعوں بلکہ تمام اسلام کے لئے مفید ہیں۔ اگر اب بھی تمام مسلمان عالم اپنے رسول کے واسطے کی جاسا خراؤتقریب مدنی کو اختیار اپنے اوپر واجب کہیں طرح آج شیعوں کے لئے ہو ہی انکار و انکار و بددلیت بددلیت کی بغیر زیادہ کالیغ بذات کے شیخ اسلام نے انکی زبان کو ترقی کر دے اور یورپین کو تو انکی مطابق رویتیں پسند اسلام دوسرا

نیشاںِ فاطمہؑ

بستے ہیں جو چاہتے ہیں شہر و شہیر
افراطِ فطانت سے بنے شخص کی تصویر
تکلیفِ حلالیت سے جو حالت ہوئی تغیر
گھبرائی ہوئی پھرتی تھی کیا یاد رکھیں
کہتی تھی کہ میاموں کو بہتر سے اٹھاؤ

اس شامی مطلق ہو رہے پچھتی کو شفا دے

ہیں کوئی تمنا کوئی حسرت نہیں رہتی
دنیا کے زرو مالی سے بغبت نہیں رکھتی
نادار ہوں سروسامان دولت نہیں رکھتی
کچھ ان کے سوا اور بھلائی نہیں رکھتی
تا شہر تو ہے شکر کے سجدے میں رہتی
مدد بھی تاروں کا میں روز بھی رکھتی

خاتونِ سہا رہی ان کے لئے آسیا گرداں
بھوتی کی طرح ہاتھ کے چھلے میں دھنشاں
دل کو کبھی ہونے نہ دیا نظروں سے پنہاں
راتوں کو گئی تینوں یہی مضطرب گریاں

میری تو کوئی رات نہ راحت سے کٹی ہے

اک ایک گھڑی صحتِ صحت سے کٹی ہے

زہرا کی دینے والی سرابِ احبابیت
بطین ہوں عربی کو ہوئی صحت
باقی نہ رہا کچھ از سر صحت و علاقت
طاقت ہو ہو گئی گئی چہرہ دن پہنشت

گھر بھر میں سترت تھی شہر عقدہ کشا کے

سجدے پہ گئے سجدے ادا شکر خدا کے

بطین رسول ہوئی شہرِ شہر ہوا
کس شوق سے گھس گھس پڑے گھنٹا کا دھوا
جب شام ہوئی وقتِ صبحِ فطانت آیا
پچھتاؤں جو میں بہر تنہا دل بھی جیتا
مکمل نے صدا دی مجھے کھانا خدا سے

اسے فاطمہؑ کو کوئی اور کھانا دے

کیا رحم تھا دل ہی گئی پچھتی
بتاؤ میرا سچا حال یہ نہیں
دی سیدہ نے اپنی مذاجلہ سے اٹھ کر
لیکن نہ شہی ہوئی بھوکے کو ذرہ بھر

شیر نے بھی شہر گزرتے ہی اپنے خند اوی
 جیسے نہ بھی روٹی اسی بیوے کو کھلا دی
 کچھ اور متا کھنے کو نہ سالان سحر تھا پھر اٹھ سے دم صبح رہا دوسرا روز
 چہرہ دل پہ ادا کی تھی نہ کیف نہ ایذا کیا شوق عبادت تھا زہے بہت والا
 پھر شام ہوئی ساعت افلاک پھر آئی
 کانوں میں یہ آواز دل افکار پھر آئی
 اسے میدہ پاک تسلیم آیا ہے درپر بھوکا ہے کہ دانا نہیں دو دن سے میٹر
 چہ چا تو تری شان کری کلمہ ہے در در کچھ آج کھلا دے مجھے بے بنت پیر
 محروم در پاک سے کب کوئی پھر ہے
 تو نور نگاہ شد لولاک لمس ہے
 سنا کر یہ صدا فالگنہ زہرا میں مضطر کچھ روٹیاں افطار کو رکھی ہیں لگا کر
 وے ڈالی سے اپنی غذا اتنی جو مقرر لیکن نہ ہوا سیر تسلیم درجہ مسد
 پورا ہی غذا شہر و شہر نے دیدی
 باقی تھی جو کچھ جیسے دیکھنے سے دیدی
 یہ فاقہ کشی رات کی یہ صبح کا دن روزے سے مساک تباہیں رات کا خلق
 اللہ رے ایسا بولہ جیسے دوسرا مخلوق میں خالق کی تجلی کا ہے نقشا
 چہروں سے نمایاں تھا محب نود کا عالم
 موتی نے بھی دیکھا تھا نہ یہ طور کا عالم
 تھی تیس دن تیرے دوزے کی یہ حالت باقی نہ رہی بیٹھے اپنے کی بھی طاقت
 جب شام ہوئی آئی جب افطار کی نوبت کچھ روٹیاں تھیں آریا گردانی کی اجرت
 شہر قصد کہ افطار کریں پیسے میں جیسے ہیں
 بچوں کو بھی دیں جیسے غصہ کو کب لیں
 آگاہ یہ جو کھٹ پہ اسیر لگے پکارا قیدی کو بھی شکر آگاہی روٹی کا حصار

بھوکوں پیٹ گر مٹنے بجے مارا زہرا کی یہ شہنشاہی نہ رہا ضبط کیا مارا
 ٹیغیں تلخ کئے یہو نکل آئے
 دل پر وہ بڑی چوٹ کہ آنسو نکل آئے
 سوئی جو اسے دوار کے دینے لگا زہرا بچوں نے بھی جیڈرنے بھی کہا بھونچا
 بچے کیستیں کبھی سر نہ ہو گا درویشی غدا سب نے ہوا پھر تو کیا غلغلہ
 ماں تھنے لگی خنجر و شمشیر کی صورت
 جیسے رکھ سکتا ہوا قصیدہ کی صورت
 جو نکلنے لگا کیا دارمہر کامل شہناج ہوئی مراد صعب کی نزاری
 وہ درجہ جو عزت الہا کو حاصل اللہ نے کی سوردہ و ہر آپد نازل
 کیا صلی علی مرتبہ آل عب ہے
 مستور لباسیں بشری مشابہ
 اذہاب محمد و آخر صابہ

فلسفہ شہادت

جناب علم القادری صاحب

وہ افتخار کھڑا اسلامی تاریخ کا اس قدر اہم واقعہ ہے جس کو نہ کوئی بھول سکتا ہے اور نہ تنہا یا جاسکتا ہے
 محرم کا پہلا عید کے چاند سے صورت ہو گئی اور یہ دنیا کی دنیا جانی میں یا کلمہ غنیمت نہیں ہوتا مگر عجیب
 بات ہے کہ کبھی کوئی کلمہ غنیمت نہ ہو سکتا ہے اور وہ سب کا نظارہ دل میں اتنی زور سے چلی
 دنیا کے کینہت و درنگ کی ایک کمانی نہیں ہے، آؤ گے ہاتھوں میں غم و مسرت کے راز کو بھی لگا کر دیا
 مسرت اچھے ہوتی ہے کہ کلمہ ہے اچھے کلمہ نہیں گے، علم میں گے، غم ہوا رکھنا کھانا کھانے کے اجاب
 سے ملاقات کریں گے۔۔۔ رائج اس سب سے ہوتا ہے کہ کلمہ سے وہ آیام شروع ہو جاتے ہیں جو بہت ہی بڑے
 کے ذریعہ تاج فیہ کے لادے جیسے اور سیدہ کے گنت جگر پر آرام و مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ جاتے ہیں، پھر دل
 لپکتی ہے زیادہ نازک تجوں کی زبانیں پیاس سے لپکتی گئیں، سالانہ قافلہ نے کسی محسوس کو کاٹنے ہوئے

ہاتھوں پر رکھ کر پانی کا سوال کیا تو اس کے جواب میں تیر برسائے گئے جنھوں نے سوسھی ہوئی زبان کو پانی کے بجائے خون سے لٹکھڑکیا،

فوج کا نائب سپہ سالار کم سن بچہ کی بیعت بھانے کے لئے منظر کو کاغذ پر لکھ کر دیا کہ کناسے پہنچا مشک پانی سے بھری۔ دشمنوں کے سر پر مشک برتنوں کا لہندہ برسایا دیا، پٹھا دار جرنیل نے مشک کو بہت کچھ بچایا، مگر خبیثہ بخوبی پتہ چھد ہو گیا، وہ منظر کو لٹکھڑکی، آخر ایک شیر تے نکلتے کاغذ پر پانی پٹا دیا، ادھر پانی سے مشک لٹکھڑکی، اُدھر منظر سے چنودھار زمین پر گر گیا، اور خاک خون میں تڑپ کر اٹھ کر تیزی سے بکھر اُڑتے جبکہ نزع کا عالم طاری تھا، گیس سرکٹ تھیں، جیون سے جسم محدود تھا، آنکھوں تلے اندھیرا آگیا تھا، وفادار کمانڈ کی زبان پر ”ماٹے سکینہ کی بیاس“ تھا۔ سیکھنے پر کھڑی تھی کہ چچا پانی لے کو آئیں گے وہ بے تابی کیت فانات کی آرٹس دیا کی جانب نگاہ دوٹائی تھی۔ ابکا وہ انتظار ہی کر رہی تھی کہ فیضِ اہل میں شورش پڑا ہو گیا، مختصر میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ داخل ہوئے، اب معصوم ایک ایک کا منہ کٹنے لگی، فتنہ سے ضبط نہ ہو سکا، فیض مار کر بولی۔ پیاری سکیٹھ تھما سقد فرات کے کنارے مارا گیا۔ اسکو تنگبو کی سیٹھ پر کیا گدڑی اس کا اذانہ تیں اُتو سچ کیا کر سکتے ہیں۔

بھانے جیتے شہید ہوئے۔ عورتوں کو ایک ایک کا منہ کٹا گیا، لہجے کو خورجی تے اندازہ ہو چکا۔ مگر بہن کے غم کے قصور سے نڈھال ہو جاتے تھے لیکن وفادار بہن نے سو گوار خواتین سے ہاتھ جوڑ کر کہا ”ہیبو! علی اکبر کیلے دعائیں کرو“ بہن کے اس جلد بھائی کے نازک ل پر شہر کا کام کیا، شہید سول اس سے ہر وہ منظر لکھنے لگا، اہل بیت کو سرد حار استکارو کے خون لگی اندام شہر لڑے پر لہ بول دیا، ہزاروں تیر اور سینکڑوں ہرجیاں ایک تن نازنین کی طرف بڑھیں، چھوٹا سا جسم رتوں سے چھڑکا ہوا ہے۔ جلتی ہوئی ریت سے بھی سرگودھا تو پر رکھ لیا، بیٹھے آنکھیں کھولیں، باپ کے زانو پر سر دیکھ کر مسکرا ناچا، مگر باپ کی تنہائی کے خیال نے پتوں کو آؤ وہ تبسم نہ ہو سکے دیا، کسی بار باپ کے چہرہ کا نظارہ کیا، ادا فریق زمین ہچکیاں سے کود م توڑ دیا۔ باپ نے بیٹے کی لاش کا نہ ملے پر کھڑی ہو کر مل جوں کی لاش انکر تو پھری ہوئی جاتی تھی، خیریت، لاش لئے ہوتے اسے، محمد تیں پاریس بانو کا مال مارا گیا، اب وہ بھی چلتے تھیں کہ اعلیٰ درجہ کا شہر پر لیا، چھوٹا چھوٹا شہر بانو کو طویل کر دیا تھا، جسکے ہونٹوں کو بچا تھا، علی کا لاشہ چلا، تاہم نہ کہ جگہ کا لاشہ داندہ ہوا، محمد کا نور نظر چلا، شہر بانو کو ملوں دیکھ کر جانے والے کہا کہ کم کیوں افسردہ ہوئی ہو، محمد نے یہ کہہ کر تباہ ہو گیا، مگر گرفتاری تھا، اس نے اپنا واپس آجیا، اور بھی گرفتار ہوئی ہو، اپنا زمین کے لئے مصیبت پانچویں ہے، شہر بانو نے کہا، آپ کا استاد دوست ہے، مگر یہ وقت ہمیں گرفتار ہوئی تھی تو لوگوں نے کہا تھا، نوشروان کی پوتی گرفتار ہوئی، اب کچھ دالے بیٹے محمد کی بوقیہ ہو کر پانچویں منحنہ تباہ کن جلو کے منہ کی تاب لے سکتی تھی۔ دلال کو اپنے ہونٹوں میں لپیٹے، عواخت خیر کی یاد کھانا کہہ کر تباہ ہو گیا۔

چکے چمڑے۔ اشتیاق کو جنم دے کہتے کہتے ہاتھ لگتے، فوج کی اتاری دیکھ کر یزیدی فوج کے کمانڈر نے تازہ دم ہوا ہوتا تھا۔
 بیڑوں کی بوجھ بڑھتی ہوئی فوج کی نوک پر اس مبارک جسم کا اٹھایا جیو جی کے گاندھوں پر سوار ہوا تھا آخر تمام زمین پر
 آ رہے سجدہ میں سر رکھ دیا اور اسی حالت میں شہر حسین نے فوج کے رگڑوں سے سر لہڑا کر دیا۔
 یہ خونیں سنگامہ زہرہ گداز واقعہ اور الم انگیز سانچہ پلاندہ عورت اور غفلت کے لئے بے شمار غزائے رکبت
 ہے۔ اس عظیم الشان قربانی کی یاد گار تمام عالم اسلام کو منانا چاہئے

شہادتِ حسینؑ آپ سے یہ پامانی ہے کہ آپ بھی جبر و استبداد کی
 قوت کا مقابلہ کریں۔ اپنی کمزوری و بے بسی کا خلیلہ تراشے پھر سراسر قوت سے بھوکا جائیں تو حق کی مخالفت اور
 باطل کی دعویٰ اور ہونہ ظاہری اسباب اور جھڑی و سائلی کو دیکھ کر دلی طور پر اند کریں۔ کیونکہ اعلانِ حق
 کبھی اسبابِ سائل کا محتاج نہیں ہوتا۔ حکومتِ مال و در کا لالچ و جان کا خوف بوجھ بوجھ کی پریشانی کا خیال حق کی
 ماہ میں اگر کاوش پیدا کریں تو ان کو غمِ حق پسینے کے گرز سے پاش کر دیا جائے۔ سینے سینے سے گرم گرم خون ٹپکتا ہو
 ہر طرف سے یلہ زدن ہو رہی ہو۔ باطل پرستوں کی تلواریں سر پر چمکتی ہوئی اسی حالت میں بھی زبانِ اعلانِ حق نہ گڑھا
 ہو۔ کہ بجا کا واقعہ اسی قربانی کا مطالعہ کرتا ہے اور شہادتِ حسین کا فلسفہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے فکرِ حق کی

عطریات کے نرغہ خیز خاصیت

جدید فہرست مفت طلب فرمائیے

اصغر علی محمد علی تاج عطریات (کشمیر)

شاخ

گلزار حوض حیدر آباد لکھنؤ

بلندی اور صداقت کی فتح کس لئے خون کی آخری بوند کو قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہو۔
 ہندوستان کے قائد اعظم اور بیتِ قدس کے آغوش میں انبیا کرام کے پہلو پہلو آرام کرنے والے
 (مخبر علی) نے اس حقیقت کو کس مزے سے بیان کیا ہے۔

سہ قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
 اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

اسلام کا شہید اعظم

ارضا بیگ صاحب شاہ (نواز لاہور) (انڈین ایلی گیٹ روڈ ٹیبل کانفرنس)

اسلام کے سب سے بڑے شہید سے اسکی شریکِ زندگی نے کہا کہ خدا کے لئے میرے بچے کی پیاس بجھانے کا کوئی
 سہارا ہی کچھ نہیں ہے اسے دودھ کے ایک قطرے سے بھی سیراب نہیں کر سکتی اور وہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ وہ جس نے
 قانون کے خنجر و شمشیر سے اپنی خنجر جماعت اور انکو محو طے کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا تھا اس حال کا جواب
 کیا دے سکتا تھا، آخر کار اس نے کہا کہ بچے کو صبح دیدیں اسے فوج اعدا میں لے جاؤں گا ممکن ہے کہ
 ایک معصوم بچے کو اس مصیبت میں دیکھ کر دشمنوں کو ترس آئے اور اعدا کے دل ملامت ہو جائیں۔

آپ خیمہ سے برآمد ہوئے اور حضرت علی اصغر کو گود میں لئے ہوئے ہزار ہا اعدا کے سامنے تشریف لائے
 معصوم بچے کے لئے سوال آپ کا جواب تیروں سے دیا گیا ایک اصغر معصوم کی نفی سی گردن میں لگا اور یہ بچہ آخری
 سانس لیکر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ حضرت قاسم امام حسین کے عزیز بھتیجے اور امام حسین کے فرزند امام حسین کے
 سامنے آئے اور اذلالِ جہاد بچا، امام کامل خون ہوتا تھا اگر آپ رضائے جہاد کو روکن سکے، بڑے باپ کا یہ قاتل
 بیٹا میدانِ جنگ کو عازم ہوا اور اس نے صداقت کے لئے بالآخر اپنی جان دیدی۔

کہہ کر بلا خنجر کا فائدہ بھٹسٹم خیرے خنجر تک و اوقات سے رہے۔ ایک مصلحانِ ہمایا نہیں ہے جو ان
 شہداء کے اعظم اور ان کے خاندان سے صلہ دمی نہ رکھتا ہو۔

امام حسینؑ اسلامی اصول، صداقت، سچائی، ظلم، سادگی، جمہوری اسپرٹ اور انفرادی حقوق کے
 تحفظ کیلئے جو اسلامی تعلقات و دعوے ہیں زندہ رہے اور اسی لئے اپنی جان دی۔ ان کی شہادت نے ہر ایک

اور سب کی آنکھیں کھول دیں۔ اور یہ کہ بالکل صحیح طور پر کہا گیا ہے کہ شہداء کا خون کبھی ضائع نہیں ہوتا لوگوں نے اپنی شدید غلطی کا احساس کیا اور اس احساس کے بعد انہی طرف سے یہ کوشش لگ گئی کہ وہ اپنے کو اس جرم سے بری ثابت کر سکیں۔

امام حسین کی زندگی دنیا کی تاریخ میں بے مثل و بے مثال رہی آپ نے صداقت کی راہ میں ایک عظیم الشان قربانی پیش کی۔ ہم مسلمان اس سے سبق لینا چاہیں تو یہ قربانی ہم کو بہت سبق دیتی ہے اور ہم اس کے مطابق عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ صرف اپنے اصول کے لئے زندہ رہو۔ صداقت کی راہ سے علیحدگی نہ اختیار کرو اس امر میں کہ تم اپنے دل و دماغ کی ہدایت کے بموجب کام کرو۔ کوئی بھی تمہارا مزاحم بنو سکے اور اس کے لئے تیار نہ ہو کہ اداے فرائض میں تم ہر ایک چیز کی قربانی پیش کر سکو۔ صداقت کے راہ میں اپنی زندگی کو اور وہ بھی خوشی کیساتھ پیش کرنے سے کبھی دریغ نہ کرو۔ یہ سبق صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں، شہادت صبیح نے یہ سبق تمام دنیا کو دیا ہے اور اس سبق سے تمام دنیا فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

مسلم

دن شہادت کا نہیں اسے مجرئی عشرت سے کم
سی میں گو کم ہیں مگر ہیں ہر نارت میں یک
کس سے پوچھوں کہ دل مضطر کہہ گا مجھ کو
مٹ سکے عشق علیؑ انہو نگر وں کس طرح
جس میں پیغام خدا روح الایں لاتے رہے
واقعہ اصغر کا بچہ روح فرسا ہے مگر
جو ہوا یا کٹا امید نے پوچھا نہیں
ابر برسایا تو کیا مجھ سے غلے اور تلخویش

آج انگلیں کی توقع ہے دل مضطر سے کم
کیوں کہوں اعزاز میں شبیر کو شہر سے کم
آدمی کہنے ہوئے شبیر کے لشکر سے کم
ہو نہیں سکتا یہ حبیبان کے کسی منتر سے کم
ہو بھی سکتی ہے عقیدت میری ایسے گھر سے کم
تھی محبت کی شہ کو نین کو اکبر سے کم
روز میں عشرت سے تو بڑھ کر ہے یا غنیمت کم
برق چلکی بھی تو کیا مولا تیرے غنیمت سے کم

میں شہید مصطفیٰ اکبرؐ بنو حیران تو

میں جو اے منظور یوسفؑ کو ہوا اکبرؐ کو کم

(الہامیہ علی منظور حیدر آبادی)

سلام

(از جناب سید ضیاء الدین صاحب عالی)

سج تہا اسے خُرد بچے کی تھی تفسیر کیا
مرد نہ رکھتے ہیں جنسِ کبریا بشیر کیا
کو منو تھوڑ کر کیا تھی اور ہے تفریر کیا
اے فلک الٰہی تھی ہو گئی تو تفسیر کیا
سامنے خاکِ شفا کے کھل گیا آئینہ کیا
نیر کیا گزر گراں کیا خیر و شیشیر کیا
اور اس عذبت میں کرتے حضرت شہیر کیا
خونِ ناحق نے دکھائی شاہ کے تاثیر کیا
تہی نبی کی ہاے صحنی جاگتی تعمیر کیا
خوسے پوشیدہ را نوزنی بشیر کیا
کام آدے چھوٹے بچے ملک الٰہیہ کیا

یہ تو کھانے کی تھی لالہ کی بے شیر کیا
عرش سے بادِ شمسِ بنیر سے جا کر بوجھے
شاہ سے کہتے ہو ہیبت کیجئے فاس کی کیا
نعتِ شاہی پر یزید اور فلکِ سجاد میں
یہ وہ مٹی ہے نکاتے ہی زینتِ آنکھ میں
مختلف حویوں کی اک بوجہ ہر شہیر کیا
اپنے ہاتھوں سے سپردِ فلکِ مہر کیا
آج تک روتے ہیں کیا ان کی من بیک
یاد کرتے ہیں مدینے والے اکبر کو سہی
فرقِ نار و نوری کر لیتے ہیں اہل نظر
عبتِ آسمان جہاں ہے کربلا بادِ اقصی

حق سے جنتِ مدحت شد کی بدلت ملگنی۔

سینے گھر بیٹھے یہ عالی بالائی ہے جاگیر کیا

حسین مہنی آنا میں جیل میں

ایں جہاں اسی فلکِ برآں پہنیر کنی
سر پہنیں ہر کجا ذبہ حسین کنی
حسرتِ خیر ان بجے یارو بے یار کنی
بے براور ہر کستہ زینبِ مصطر کنی
عابدیں را دو بلی در بخر ہر کا فر کنی
زالتِ مٹا کر بلا ابرسان ساری وطنی

اے ملک آل ملی کو فہ و شام خراب
آں ارادل ایسے چٹاں کھنکھناتے
آں شققت ہائے پی در پی نرقوم ناموسا
آں یزید و بارعام و سادو شرج و شراب
بدچنیں جائے حسین و دختران بو تراب

دست بختیاریاں در میال مردہ زن
خود بخت زریں و دون نشہ ان
گزاراوشہ برکسی نھار او بیہود
از رہ نخت ہم آرنڈ ہے گفت شنود
کے ستادہ بود گر یاں رنگ زرد و لب کبود

باغل وز بجز از لا و جسم بستہ دہن
داشتہ سفرہ مقابل آں پلیدیستن
یک شراب و دیگر شرج با مد زین
دوم داس عزیز غازی بد رو حنین
بارہا ایں کہ حسین سنی انا من حسین
دیں مقابل لال شو فیاض کو تہ کن سخن

بارہا حق احمد آں شہنشاہ کور
ہم بوز سینہ صدیقہ ات اکر و گار
ہم بحق مرتضیٰ انوالد ہفت و چہار
ہم بسطین بنی ایدادر لیل و نہار
کز کرم برما ترحم آہ در روز شمار
بخش جرم ما گنہ کاران بجاہ بختن
از
صد الشرا آقا مردا علی فیاض
شیرازی

سلام

از جنابہ بیلے بیگم دلیلی

کون مومن ہے محرم میں جو دیگر نہیں
تشنہ لب اصغر معصوم ہر لبت فضا
دل و دیکھا دل ہے جو وقف نم شیر نہیں
کون تیر ہے جو اے گل کو گز نہیں
تیرے قربان گوارا مجھے تاخیر نہیں
کیا تہ شاہ مدینہ کی بید تصویر نہیں
کون کہتا ہے کہ گفت نہیں اکسیر نہیں
خاک درگاہ عین ابن علی اے لیلیٰ

انبیاء کرام اور فلسفہ

معیار یقین اور حصول یقین کے ذریعہ

(از مولانا محمد رفیع خان فاروقیہ دہلوی)

حبیب انسان روحانی و مادی محسوس اور غیر محسوس چیزوں کی حقیقت دریافت کرنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کے سامنے دو قسم کے چیزیں آتی ہیں۔ پہلی قسم میں وہ اشیاء داخل ہیں جو ہمارے ادراک اور محسوسات کی سرحد سے باہر نہیں اور جن کا علم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ حقائق داخل ہیں جو محسوسات کی سرحد سے باہر اور مرتبہ عقلی سے ماورایہ ہیں اور جن کا ادراک ہم محض عقل کے زور سے نہیں کر سکتے۔ مثلاً ذات و صفات باری تعالیٰ۔ فرشتوں کا وجود۔ حیات بعد الموت۔ عذاب ثواب اور تخلیق کائنات کے اسباب عقل وغیرہ یہ تمام حقائق عقل انسانی کی دسترس سے باہر اور ادراک فہم کی سرحد سے ماورایہ ہیں۔ اگر ان ان اشیاء کی کتبہ اور حقیقت تک محض عقل کے زور سے پہنچنا چاہئے تو وہ باخبر معتمد میں کہیں کامیاب ہو گا کیونکہ اسکی عقل و علت و معلول اور سبب و مسبب کی الجھنوں میں بھٹک کر سمجھ اور یقینی نتیجہ کا دریاگ نہیں کر سکے گی۔ وہ جب کبھی اپنے فہم پر اطمینان کر کے ان امور کی عقدہ کشائی کر گیا یقیناً علت و معلول کے سنگ گراں اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں گے اور اس کو قدم قدم پر بھوکا کریں لگیں گی اس کا اقدام اس اند ہے کہی مانند ہو گا جو محض اندازہ سے کسی راستہ پر قدم رکھ دے اور چپ و راست کا تذہب اسکو لاحق ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اندازہ کوئی یقینی چیز نہیں ہے جس پر کاملی بھروسہ کیا جاسکے اور جو اذعان کے کسی ذہن میں جگہ پا سکے۔

اسود ما درائے عقل جس نے ایسے ذرائع اور وسائل کی ضرورت ہے جو یقین و اذعان کی پوری کیفیت اپنے اندر رکھتے ہوں اور ذہب و تدبیر اور ظن و تخمین کے لئے ان کوئی گنجائش نہ رہے۔ یہ ذرائع جس قدر زیادہ یقینات پر مشتمل ہوں گے۔ اس قدر نتائج بھی محض اور اندازہ کے قابل ہونگے۔ حکم و علم یقین اور عقل و شریان کی بنیاد قرار دیا جاسکے گا۔ اگر غماز تے پاس امور ماورائے عقل کے دراک کے لئے ایسے ذرائع موجود نہیں ہیں تو صرف ظن و تخمین

اور اندازے کے سہارے حقیقت تک کسی صورت میں بھی رسائی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ وہ اذعان کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے جس پر یقین کی عمارت تعمیر ہوتی۔ اس لئے باری تعالیٰ نے اکل پر بھروسہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔ کیونکہ ان کو ریٹ تنگ اور تذبذب کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے جس کا درایان "اسے کوئی تعلق نہیں آتا یتبعون الا القن والا القن والی القن لا یغنی عن الحق شیئاً" یہ لوگ تو محض ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن بھی جلی حق اور یقین کی قائم مقام نہیں کر سکتا۔

فلاسفہ کا گردہ اس ظن انہوں سے کام لیتا ہے کیونکہ اس کے پاس الہیات کے مسائل کی کتنے تک پہنچنے کیلئے صحیح ذرائع موجود نہیں ہیں۔ لے دیکے اسکے پاس صرف عقل ہے جو امور مابعد الطبیعیات میں انکی رہبری کرنے سے قاصر ہے۔ اگر وہ فلاسفہ نے اپنی تمام عمر الہیات کے میدان میں عقل کے کھڑے دوڑاے اور اپنے تمام اوقات و حقایق اشیا کی تحقیق اور امور و حقوق الادارک کی تعقیب میں صرف کئے گزرن اور اکل سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے بلکہ عقل محض کی رہبری نے انکو ایک ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا جہاں ریٹ تذبذب اور تنگ وارتبا کے سوا کچھ نہیں کیونکہ مشاہدہ اور قیاس میں فرق ہی ہے۔ پہلا یقین اور ایمان کی روشنی پیدا کرتا ہے اور دوسرا تنگ گمان کی دلال میں پھنسا دیتا ہے۔

فلاسفہ کی مثال ان اندھوں کی سی ہے جن کے سامنے ایک تاریکی پیش کیا گیا تھا اور ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ تبا کو یہ کیا چیز ہے۔ ایک اندھے نے ٹٹول کر ہاتھی کا پر کپڑا لیا اور کہا کہ یہ تو ایک ستون ہے۔ دوسرے اندھے نے ٹٹول کر ہاتھی کی دم پکڑ لیا اور کہا کہ ستون نہیں بلکہ بہت بڑا سونٹا ہے تیسرے نے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ تو کھجور مکان کی چھت سے جھکے ہوئے توف مہاروں نے بے ڈول اور غرور و ذی شکل میں بنایا ہے آخر ایک آنکھوں والے نے بتایا کہ یہ ہاتھی ہے جس کے چار پیر ہیں۔ ایک دم اور ایک خلم ہے۔ اب غور کرو ہاتھی کی شناخت میں اندھوں نے ٹٹو کر کھینکائی؟ صرف اس لئے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کبھی ہاتھی کو دیکھا نہیں تھا۔ انہوں نے اندازہ سے بعض اعضاء کو چھو کر اپنی اپنی متضاد آراء کا اظہار کر دیا لیکن آنکھوں والے کبھی ہاتھی کے وجود اور اس کی شکل و صورت میں اختلاف نہیں کر سکے کیونکہ وہ قیاس نہیں بلکہ مشاہدہ کر رہے ہیں اور اسی مشاہدہ نے انکو یقین کے آخری مرتبہ میں پہنچا دیا ہے۔

خود فلاسفہ سے دریافت کرو کہ اگر انہوں نے کبھی مسائل میں انکی حقیقتات ختم ہو چکی ہیں کیا خود ان کو بھی اپنی حقیقتات پر مائل اعتماد ہے؟ کیا عقل وہ اندھوں کے لئے پروازوں نے انکو یقین دلا دیا ہے کہ وہ اپنی

تحقیقت میں صائب ہیں؟ اور کیا ایران و اذعان کی غیر متزلزل کیفیت ان میں پیدا ہو گئی ہے؟ انکی طرف سے اس کا جواب نفی میں ملتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی میں اپنے بہت سے متعذرات سے رجوع کیا ہے اور اس طرح اپنی عقل کی خامی پر جھر گلادی ہے۔ غرض فلاسفہ جو جو عقلیہ میں یقین کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

اس گروہ کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ انبیاء و کرام ہے جو علم و بصیرت اور ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہے۔ اس گروہ کو اپنے سفر میں کبھی چپ و راست کا تذبذب لاحق نہیں ہوا اور نہ شک وارتیاب نے ایک لمحہ کے لئے اس کے دماغ میں جگہ پائی کیونکہ اس کے ظن و تخمین اور حرج و مانکل سے ہمیشہ ابائیہ اور یقین و ایمان پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی۔ یہ ان ہی پاک نفوس کا دعویٰ تھا کہ وہ لوگوں کی بصیرت کی طرف بلاتے ہیں اور جس راستہ پر وہ گامزن ہیں وہ بصیرت اور یقین ہی کا راستہ ہے۔

اسے ہی کہہ دو یہ میل راستہ ہے اور میں بصیرت کیساتھ
اللہ کے راستہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے پیروکار
ہونگے وہ بھی بصیرت ہی کی دعوت دیں گے۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا
وَمَنِ اتَّبَعْنِيْ

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اے میری قوم کیا تو نہیں دیکھتی کہ میں نے اپنے پر قائم ہونے
جو میرے رب کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰتٰمُكَمِّنْ كُنْتُمْ عَلٰى بَيِّنٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ

انبیاء و کرام کا دعویٰ تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے جو چیز پیش کرتے ہیں اس کا ٹھون داؤ ہمارے
کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ حجت و برہان کی روشن تہبیر ہوتی ہے۔

اے لوگو تمہارے رب کا برہان تمہارے پاس ہے
اور تم کو رہنمائی عطا کی گئی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰتٰمُكَمِّنْ كُنْتُمْ عَلٰى بَيِّنٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ
اَنْزَلْنَا لَكُمْ فُوْادًا مَّبِيْنًا

اسی لئے قرآن کریم اعداء حق سے بھی برہان طلب کرتا ہے کیونکہ ظن و تخمین کا انداز تو جھوٹا ہے جو
خافوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ط
قرآن کریم نے خدا کی مخلوق کو بتایا کہ تمام ملاکتوں کا سرچشمہ اور حقیقت سے دوری و مجوری کا سرچشمہ

(سلسلہ کیلئے صفحہ ۳۵ ملاحظہ ہو)

بارگاہ امام علیہ السلام میں غیر مسلم حضرات کا فرائض و عقیدہ حسین

مکمل انسانیت کا ایک بہترین نمونہ ہیں

دانشدہ یسین پٹیرا کوثر ازبکوسلافیہ

امام حسینؑ کی تاریخی حیثیت بہ پہلے ایک اور درجہ نظام پرکاشی کے ہے۔ یہ آواز موجود ہے جس کے مطابق ہر ملک کے افراد اور ہر قوم کی رہبری ہوتی رہتی ہے۔ یہ آواز ہے دنیا میں بڑے بڑے معلم خدا کے پیغامبر کی حیثیت سے آئے تاکہ وہ نظام برپا کریں اس کی ہدایتوں پر وضاحت سے روشنی ڈالیں اور وہ ایسے طریقے بتائیں جو ہماری سستہ سستہ مسائل کے حصول کا براہ راست اور قابل اعتماد یقین کا ذریعہ ہوں

ہر گاہ کہ ہم عام لوگ اس انفرادی کڑی کی سی حیثیت رکھتے ہیں جو روحانی ارتقاء کی زنجیر کو جوڑے ہوئے ہیں اور یہ خدائی پیغام ان اشاروں کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر یہ زنجیریں پیوستہ کئے ہوئے ہیں ہم ان پر بہرہ رسد رکھتے ہیں انہیں بنیادوں پر عمارت کھڑی کرتے ہیں اور ان کی طینت و جوہر کے بلند خیال حاصل کر سکتے ہیں۔

امام حسینؑ نے مکمل انسانیت کے بہترین نمونے پیش کرنے میں ایک بہت اہم اور نمایاں حصہ انجام دیا اس کے علاوہ ان کی وہ کوششیں اور وہ محنت تھی جو آپؐ نے اصلاحی مقصد اور اپنے مقصد کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے کیا۔ آپؐ نے انسانی صداقت کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے انسانی عظمت کی زندگی کا فائدہ

یہ ظاہر ہے کہ یہ خدا کا

بلکہ اس لڑائی کی نیت اور تقویٰ کے اسلوں سے مسلح ہو رہنا چاہئے۔ یہی وہ محبت ہے جو آج کے موجودہ زمانہ میں نایاب ہو رہی ہے وہ محبت جو تمام جماعتوں، قوموں کو ایک عظیم الشان برادری میں سمیٹ کر متحد کر دیتی ہے۔

امام حسینؑ اور نوجوانانِ عالم

فرڈینک جے گولڈ اسکوٹرازلندن

کئی سال ہوئے کہ انگریزوں نے پیر ہنے کے لئے میں نے ایک کتاب بھیجی جس میں نے نام حسینؑ کی شہادت کے حالات اور افسانہ کر بلا بھی درج کیا تھا، اس افسانے کے لکھنے کے بعد مجھے نہ صرف اپنے ملک انگلستان بلکہ ہندوستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی مضبوط نفس بہت عزت انصاف، عدل و اتحاد عمل اور اتحادِ عالم کے موضوع پر ان ممالک کے نوجوانوں کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملا، اسی طرح اب بھی اگر ۱۹۳۲ء میں میں ایشیا، افریقہ، آسٹریلیا امریکہ اور یورپ کے نوجوانوں کو عراق کے میدان میں جمع کر سکوں اور میں کر بلائے معلیٰ میں حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے ردِ ضمیر تقریر کا موقع پاسکوں اور میری آواز اور زبان ان ممالک کے نوجوانوں کو سمجھانے پر قادر ہو سکے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو میں امام حسینؑ کی زندگی اور وفات کا حقیقی اور روحانی پیغام سننے کے لئے فوراً کھڑا ہوں گا۔

حیثیٰ ابنِ دعواد کے اس مقدس و مبارک سفر میں جس میں ان کو ایسے سمندر دل اور صحرائوں کو عبور کرنا پڑا جو نفرت جنگ اور شقاوت کی تاریکیوں اور گہرائیوں سے بھرے پڑے تھے جو ہر انسانیت کا ایک شانِ امتیازی بن کر بچے پیغمبرِ اسلام کے نوا سے اور علیؑ کے نورِ نظر نے کیا اسی جرات و انصاف کا ثبوت نہیں دیا تو فلسطینیہ نے یہاں آج بے جا رے سے بد چلانی سے کیا ہے نہ صرف عالم سے ناہر ہو سکتا تھا اس نے اپنے طریقے سے نوجوانوں کو یہ بتا دیا کہ انہیں اپنے آباء و اجداد کی نیکیوں کا کس طرح اتھارن کرنا چاہئے۔ اور خدمت کی ہدایات کے سلسلہ کو کس طرح جانی رکھنا چاہئے کیا حسینؑ تک خرقوں سے یہ آواز نہیں پہنچتی تھی کہ وہ قیادت اور سکھانے کے لئے تھے اور اپنے بھائی عباسؑ اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ جس میں ان

کے جذبہ بہادری و عورت پرستی اور اپنے بھی تھکے ہلاکے قی و دق صحر کو عبور کرنے کے لئے تیار ہوئے اسی طرح آج بھی جب کہ آج کل کا دنیا میں سیاسی اور اقتصادی مسائل ہمارے سامنے ہیں نوجوان اپنے دل کی آواز کو سنتے ہیں ان نوجوانوں کے دل و دماغ کو یہود عام میں خواہ ان کا راستہ مصائب و تاریکی سے کتنا ہی پٹا ہوا کیوں نہ ہو اپنی پوری قوت پیش کر کی اور صرف کرنی چاہئے جب ہی ایسی کی فوج نے امام حسینؑ کا محاصرہ کیا تو ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا آخری وقت آچکا ہے، کیا انہوں نے یہ خواہش نہیں کی تھی کہ عورتوں اور بچوں کو ہلاکت سے محفوظ کہا جائے۔ کیا انہوں نے اپنے دوستوں سے یہ درخواست نہیں کی کہ وہ اپنی جان بچا کر نکل جائیں اور حضرت کو ایسے حال پر چھوڑ دیں اب ہمارے نوجوان اس اندوہناک مگر خوب صورت تصویر میں حب وطن کی عظمت کو ملاحظہ کریں دیکھیں کہ اس نقیض میں کتنے ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں وہ اس تصویر سے یہیں لیں کہ ضعیف اور لاچاروں سے کیونکر محبت کرنی چاہئے اور بیخ و غم میں اپنے ساتھیوں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ کیا امام حسینؑ کی بیادری نے دشمنوں کے دلوں پر بھی اپنا گہرا اثر نہیں ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسید کے آدمی مخالف فوج سے نکل کر حسینی فوج کے متبرک حلقے میں لگے اور انہوں نے امامؑ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اس مثال سے نوجوانان عالم یہ سبق لے سکتے ہیں کہ مسابا اور نا کامیوں میں محصور ہونے کے باوجود بھی ایک بلند مرتبہ روح کی علوئے عظمت کس طرح فتحیاب اور اپنے دشمنوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے یا دشمنوں کو اپنا جان نثار اور دوست بنا سکتی ہے۔ اہم مثال سے نوجوان اس راز کو پالیں گے جس کا حوالہ ایک انگریز شاعر نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ کہ ہر انسان کے سینے میں ایک ہی دل ہے۔ اور ہی جذبہ کا کام کرتا ہے۔ کیا امام حسینؑ نے شہادت کے وقت جب ان کے جہاں پر پتھر برسائے جاتے تھے ان لوگوں کے لئے جو زندہ تھے یا جو وفات پا چکے تھے دعا نہیں کی اس سے نوجوانوں کو یہ سبق لینا چاہئے کہ فیاض کیر کڑ رکھنے والا کوئی عورت یا مرد اپنی زندگی یا موت دونوں ہی کے وقت دوسروں سے اپنے کو ایک رشتہ میں منسلک پاتا ہے اور وہ دنیا کی عظیم الشان برادری کا اپنے ہر ایک محبوب و محترم ہے۔ جنگ ہوتی ہے اور گندرجاتی ہے، رد و سار اعلیٰ طبقہ کی طرف سے غریب کی بائیل کا ایک دور گندرجائے گا وہ اسی طرح اعلیٰ طبقوں پر اکثریتوں کا تسلط و دستبرد ہمیشہ قائم ہے

مگر اس پر بھی ان کو اخلاقی اور روحانی حلقہ میں فتح حاصل ہوئی چونکہ اخلاقی اور روحانی دنیا کی بنیاد جسمانی طاقت و اقتدار کی دنیا پر ہے اور اس کے ذریعے سے تمام انسانی افعال اور جسمانی قوت و اقتدار کے جذبہ کو بھی متحرک کیا جاسکتا ہے لہذا ان بڑے آدمیوں کی شکست کا وقت آنے پر جسمانی طاقت و اقتدار کی دنیا میں بھی فتح سے مبدل ہو جائے گی۔

اسی طرح ایسے مجاہد ساتھ ہی ساتھ دنیا میں خدائی حکومت کے قائم و تعمیر کرنے والے ثابت ہوئے کیوں کہ خدا صرت ممتاز تمناؤں کی روحانی دنیا اور بلند ہی تحیل کی فضا میں بادشاہت نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارے روزانہ کام اور دنیا سے بھی تعلق رکھتا ہے اور دنیا کی بھی بادشاہی یعنی مسیح کی اس دعا کا جو انہوں نے خدا کو پکار کر کی تھی یہی مفہوم ہے کہ تیری حکومت آئے اور تیری مرضی جس طرح آسمان پر حکمران ہے اور اسی طرح دنیا پر بھی حکمران رہے۔

اب ہمارا یہ فرض ہے کہ ان معلمین کی زندگی کے حالات کو موجودہ حالات پر تطبیق دیں ہمیں ان کی تاریخی مشیت سے اپنے کو بالکل ہی سرلوٹ کر کھنا چاہئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو پیش کردہ مضامین آئندہ نسل کے لئے محض رسم و رواج بن کر رہ جائیں اور ایک ایسی عبادت و پرستش کی صحت اختیار کر لیں جس سے ہماری زندگی یا موجودہ کیریئر پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو اگر ایسا کیا گیا تو اس کے معنی ہوں گے کہ ہم نے خدائی مشاد کے حقیقی مفہوم کو بھلا دیا غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور اصل مقصد کی صورت و نوعیت کو بدلدیا، مفہوم و مقصد کے اس قسم کے توڑ مڑ کا نتیجہ خود خدائی اپنے کو سخت بلند سمجھنا اور مردوں سے غیر دوستانہ رویہ رکھنا، فرقہ دلدارانہ تنگدلی اور ان لوگوں کا عدم لحاظ ہو گا جو مختلف عقائد رکھتے ہیں۔

اہم مہم نے ہکو یہ سنا ہمایا ہے کہ ہم اپنے زمانہ میں بھی صداقت اور نیکی سے محبت رکھیں اور اس کی حمایت میں جنگ کریں نہ صرف اپنے حقوق کے لئے بلکہ ان کے حقوق کے لئے بھی جنگ کریں جن سے ظلم کیا گیا نہ صرف اپنے ہی انصاف چاہیں بلکہ ان کے لئے بھی انصاف چاہیں جو نا انصافی کا شکار ہوئے ہیں۔ جس چیز کو ہم یہ محسوس کریں کہ وہ ہمیں برصداقت ہے بلا اصل لڑائی کے کہ شکست نال ہوئی یا قربانیاں نہ دینی پڑیں گی یہیں ایسے صداقت کی مہمات کی جانی چاہئے یہ حاصل یہ عالم کی جی اور خدا جس جے جیو تک اس نے اپنے بچوں کے دل سے جو ہمارے پیارے ہے ہم پر بیٹھ کر دیکھنا کہ اس طرح کی دلائل تشدد کے ہتھیار اور جسمانی قوت کی بے لوث پرت لڑائی ہمارے لئے کیا ہے اس میں بھرپور شمولیت کی دیکھنا۔

دلی چیز نہیں مختلف جماعتوں میں نفرت اور حقارت کا در بھی ختم ہو کر رہے گا۔ آفتاب کی کرنیں بار بار نور افشائی کریں گی اور شفق کی روشنی بنارس لندن پیرس نیویارک ریو، قاہرہ اور میلپورن پر برابر اپنا سایہ ڈالتی رہیں گی یہاں تک کہ تمام انسان یہ سمجھ لیں کہ ان کا ایک دوسرے سے کیا رشتہ و تعلق ہے اور انسانیت سائنس اور اتحاد باہمی کی کس طرح محبت کی جانی چاہئے۔ لیکن یہ اتحاد اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا، محض انسانی دلوں کو فتح کرنے سے حاصل ہوگا۔ عرب کے حسینؑ کو بلا کے حسینؑ نہیں نہیں تمام دنیا کے حسینؑ شجاعت اور محنت کے علمبردار حسینؑ نے اپنی زندگی اور موت سے ایک ایسی مثال دنیا کے سامنے پیش کر دی کہ انسانی قلوب پر فتح حاصل کرنے کا سب سے خوشگوار اور بہترین طریقہ کیا ہے

مقدس حسینؑ

نوشتہ بالوکالی پد انیسر جی نیشا ناتھ رائے اسکوار

انسانی تاریخ میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شیطانی اور خدائی طاقتوں میں برابر تصادم ہوتا رہا ہے جب انسان کا شیطانی رجحان الفان و ممدات کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے تو کوئی نہ کوئی عظیم ہستی جو ایسے معمولی انسانوں سے کہیں بلند تر ہو رہتی ہے معمولی انسان ان کی مثالوں پر ہدایت پاتے ہیں اور ان میں ان کے اعمال کی پیروی کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اس انقلاب سے حیوانی طاقتیں غلوب ہوتی ہے اور دنیا میں خدائی بادشاہت قائم ہوتی ہے خدا کی طرف سے ہر ایسے مافوق البشر انسان دنیا میں پیش کئے گئے ہیں۔

گیتا میں کرشن نے کہا ہے کہ

’میں مختلف زمانہ میں دنیا میں مذہب کی بنیاد مضبوط کرتے کیلئے ظاہر ہوتا رہا ہوں‘

’میں صدیوں پہلے کے آثار میں جب کہ یہ یہ فرماں روا نے عشق کی سرگردی میں عوام کے دلچسپ کر دیے۔‘ اسلام نے صلابت، علم، عبادت، بندگی، انتہائی دیوبند، دینیت نے مذہب اور عبادت

کی حمایت میں کر بلا کے میدان میں شجاعت و بہادری کے ساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کر دی۔
مادی طور پر بیزید کو فتح حاصل ہوئی لیکن روحانی حیثیت سے اس کی یہ فتح اس کی شکست
ثابت ہوئی، وہ اسلام کو جو صورت دینا چاہتا تھا وہ باطل کی جس بنیاد پر اسلام کو قائم کرنا چاہتا تھا
وہ صورت و بنیاد بہت جلد معدوم ہو گئی۔

حسینؑ کی شہادت کا یہ نتیجہ فتح و کامرانی کی صورت میں نکلا اور اسلام اپنے سچے اور حقیقی اسلام
نے اب سر نہ نشو و نما حاصل کی۔

ما فوق البشر ہستیوں کا یہ مذہبی فریضہ رہا ہے کہ وہ عوام کی دماغی تربیت و تعلیم کلبان ہم
یہ سچائیں وہ اس راہ میں دنیا کے پنج و مصائب کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ کرشن نے ایک فٹکاری کے
بائٹوں اپنی جان گنوائی۔ مسیحؑ کی زندگی کا بھی خاتمہ افسوس ناک طریقہ پر ہوا۔ لیکن مذہب کے متعلق جو شاہد
آہٹانی وہ اب تک انسانوں کو منفعت پہنچا رہی ہے۔

مقدس حسینؑ کی الم انگیز قربانی نے ظلمات کی تاریکی کا خاتمہ کر دیا، اور ایک نئی روشنی پھیلا دی
وہ قربانی کج ہزاروں مسلم اور غیر مسلم میں اس جذبہ کو متحرک کر رہی ہے کہ فرائض کے ادا کرنے میں جان
کے جانے اور موت کے آنے کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ ہذا آج جب کہ قومیت کی روح بیدار ہو رہی ہے،
ہم کو دعا کرنی چاہئے کہ خدا اقدس حسینؑ کی روح کو عظمت و برتری نصیب کرے۔

حضرت امام حسینؑ

از جناب دیوان بہادر ہرطاس روالی آریس یل

بہادری زندگی کو عنوان بنی ہے اگر ان بہادر دل نے جو ہر ملک و قوم کے لئے مذہب و ایمان کے لئے
انسانی سوسائٹی کی اپنے اعمال سے قدر و وقعت ڈھرائی تو دنیا زندگی بسر کرنے کے لئے ایک نہایت بے
حقیقت جگہ ہو جی اللہ کی زندگی اور ان کے اعمال نسل انسانی کی ہدایت کا ایک دائمی قدیم و نیا اور گندی
ہوئی نسلوں کے ان بہادر دل کے سوانح حیات کے مطالعے یا ان کے حالات سننے سے مرد و عورتوں میں
اپنی زندگی میں قوت اور حسین حاصل کرتی ہیں ان بہادر دلوں نے کونہ لطف کے جس سے یہ دنیا بھر کے

زندگی کی قدر و قیمت کو بڑا دیا اور یہ سکھایا کہ فرائض کی راہ میں مردوں اور عورتوں کو کس طرح مقبوضی سے اپنے قدم جما کر رکھنا چاہئے، بہادر مرتدے ان بہادروں کے کارنامے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہمیشہ کے لئے زندہ رہتے ہیں جب کوئی شخص تعلیم میں یا شریعت میں بہادروں کے شجاعانہ کارنامے سنتا ہے، تو جوش سے اس کا براؤٹھ جاتا ہے وہ اپنے کو ایک راحت بخش فضا میں پاتا ہے اور ریخ و مصائب اور اس تکلیف دہ ماحول کو بھول جاتا ہے جو دنیا کے سرعت کے ساتھ میکینک کے محتاج ہوتے جانے کی وجہ سے زندگی کو روز بروز مصائب و آلام کی کٹکٹس میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔

ہر ملک کے بیٹا مردوں اور عورتوں میں خاموشی کے ساتھ اپنے ہیرو کے عظیم الشان کارناموں کی سماعت ان کے کیریکٹر پر ایک بہت اچھا اثر ڈالتی ہے اور خاموشی کے ساتھ انسانی سینوں میں شریفانہ خیالات اور جذبات کے متحرک کرنے کا سبب ہوتی ہے اور اس کا غلبہ پر لازمی طور پر خاص اثر پڑتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ اسلام کے مشاہیر کی صف میں ایک بلند مرتبت ہیرو کا درجہ رکھتے ہیں آپ نے جو بلند اور اعلیٰ قربانی پیش کی اور جس شریفانہ اسپرٹ میں صداقت اور عزت کے لئے اپنی جان دی وہ اس کی روشن مثالیں ہیں کہ ایک انسان جس کے دل میں اسی ترین جذبات خیریتوں انسانی متحرک ہوں کیا کر سکتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے

امام حسینؑ کی زندگی ایشیا اور آفریقہ کے کروڑوں مسلمانوں کی زندگی اور کیریکٹر کو صحیح راستہ پر لا رہی ہے اور انہیں یہ بتا رہی ہے کہ زندگی کے ان شہداء و مصائب کو جن سے مردوں کو اور عورتوں کو آئے دن دوچار ہونا پڑتا ہے اور جن میں جدید تہذیب کی بدولت روز بروز اضافہ ہی ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے کس طرح متقابل کرنا چاہئے۔

بہارِ وریہ پر انشائیہ کاغذ فرانس نے رسالہ گوٹن ڈیلز آف حین "تالیخ کر کے" بہت بڑی میلک خدمت انجام دی ہے اور اس کے اس ارادہ پر کہ وہ امام حسینؑ کے حالات کے شہدائے اینٹ سر بسوٹہ رسالہ مکمل کرنا چاہتی ہے میں اسے مبارکباد دیتا ہوں۔

امام حسینؑ کے شجاعانہ کارناموں کے متعلق دنیا کو جتنی زیادہ معلومات حاصل ہوتی جائیں گی اور

ان نیک حالات کو جتنا زیادہ نشر کیا جائے گا۔ وہ ہم سب لوگوں کے لئے بہت ہی مفید ہوگا۔
اس لئے کہ اس سے نہ صرف اسلام کی ایک عظیم الشان ہستی کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں
دور ہو جائیں گی بلکہ امام حسینؑ کی زندگی سے ہم یہ سبق حاصل کر سکیں گے کہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر موسم
دیکھنے والے ملک میں ہم اپنی زندگی کے معیار کو بلند کر سکتے ہیں۔

سلام

از جناب ابوالمعارف مولوی میرلطیف علی خٹنا خاں

مطلق پریشیر کے قاتل کا خنجر دیکھ کر	قبر والے اٹھ گئے اتنا خوش دیکھ کر
تیر مارا بھی تو کس نے تش لب پر	بائے رحم آیا نہ تجھ کو اسے شکر دیکھ کر
رزم گہ سے موڑ نہ کیا وہ حق جانتا	شوق آگے بڑھے میدانِ محشر دیکھ کر
کر بلا میں جب چلی شمشیر سب تھرا	جو ہنسا کرتے تھے اکثر تن بہتر دیکھ کر
پیچھے پیچھے ہٹ رہی فوج دشمن جیسے	آگے آگے بڑھ رہے ہیں ابنِ حیدر دیکھ کر
اشقیا کا بھی کلیجا دیکھئے یہاں	پانی پانی ہو گیا شمشیر حیدر دیکھ کر
تشکی کی کیفیت میں کیا کہوں اطفال کی	مضطرب جاتے تھے سب ہمیں سہر دیکھ کر

حشر کے دن ساتھی کوثر سے یہ کہیں گے
پایاں عارف کی بجادیں گے وہ مضطرب دیکھ کر

شہادت کبیر

عام احسانات عظمیٰ

از جناب عشرت رحانی مدیر رسالہ نیرنگ

شاہ بہت حسین بادشاہ بہت حسین دین است حسین دین پناہ مست حسین

سردار دناو دوست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

سلام! شہدائے اسلام! آؤ! اسلام! سلام! شہادت زارینوا کے تاجدار کو اسلام! سلام! دین بہین کی پناہ کو! سلام! میدان کربلا کے روحانی علم بردار! سلام! ہوا میں شہید اعظم پر جبرئیل کی نہایت کی! سلام! ہوا میں معصوم اطہر جس نے عظمت دین کی حفاظت کی! سلام! ہوا میں صادق و صابر چہ جس نے غیرت ملی کو تابندہ کیا!

شہادت دار کربلا کی خون چکا چکا پر عبرت و بصیرت کی نگاہیں عالم حیرت میں خون کے آنسو روتی ہیں، تعجب ہے، اور کس قدر تعجب کہ سید الشہداء امام المعصومین حضرت حسین علیہ السلام اور اہل بیت معصومین پر آپ کے پیارے نانا جان سرور کائنات باعث ایجاد عالم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ادنیٰ امتی نے یعنی حضرت امام کے ایک ادنیٰ غلام نے یہ گستاخانہ جرات روا رکھی، اور باطنی حالت کی معصوم اور پاک کلیوں کو خنجر ستم سے صد پہنچایا گمان و قیاس کی روانی بند ہوتی ہے۔ یہ سوچ کر کہ شیر خدا اعلیٰ مرتبہ کرم اللہ وجہہ کے نوین حضرت حسین کے مقدس حلقوم پر شمشیر لعین کا خنجر کیوں چلا! اشتیاق جبر و ستم کو جہاں کہاں تھی! یزید پلید اور اس کی فوج کے بے دین لوگوں کو تاب کہاں تھی کہ ائمہ معصومین اور حضرت امام حسینؑ بھر مقابلہ ہوتے۔

پر شہداء تسلیم و رضا اور ہی کچھ تھا

کر بلا کی خونی زمین آج تک شاہد ہے، ہاں ذرہ ذرہ شہادت کے لئے بے تاب ہے کہ جو کچھ ہوا جس طرح ہوا دین پناہ اسلام کے بادشاہ جگر گوشہ رسالت مآب بنی فاطمہ الزہراء کے لال نے خبیوہ تسلیم درخانی وہ مقدس یادگار عظمیٰ قالم کی جس سے اسلام کو زندگی ملی حضور اکرم کے پیارے نواسے (حضرت حسین) نے اپنے خون مطہر سے باغ اسلام کی آبیاری فرمائی اور اس شہادت عظمیٰ سے وہ تازگی اور شاہابی عطائی کی عظمت دین جاگ اٹھی اور اپنیوں اور غیروں سب کی زبان سے نکلا ہے قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلکہ بعد

آج ہر مسلم کر بلا کی خونیں داستان کی یاد سے قلب کو مضطرب اور پڑ مردہ پاتا ہے جو قدرتی ہے اس حادثہ عظیم کی جگر خراش یا د قیامت تک ہمیں ترپاتی رہے گی اور اگر قبستی سے کوئی بے حس فافل ہونے لگے تو اس کو جاگنے کی دعا کرنی چاہئے ہر مومن کی کلمہ گوئی کے بعد آرزو یہ ہونا چاہئے کہ

یا رب غم حسین مرے دل سے کم نہ ہو

اس شہادت کبرے نے اسلام کو زندہ کیا ہے، روایات اسلام کو تابندہ کیا ہے اور اہل اسلام کو وہ پیام بیداری بخشا ہے کہ غور کیا، نگاہیں جانتی ہیں۔ اور دل آج تک مرے لئے ٹپک رہا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اگرچہ ایک طرف ہمارے لئے داستان غم و ماتم ہے تو ساتھ ہی ساتھ وہ درس عبرت ہے کہ جس کی صداقت سے دنیا کے کسی فرد کو انحراف نہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید لعین کی حکومت اس حکومت کو جو سراسر شرع و سنت کے خلاف جبر و استبداد کے ساتھ علم بغاوت بلند کر رہی تھی اعلیٰ کلمۃ الحق کی حمایت میں تسلیم نہ کیا۔ دنیا کی تہذیب شائستگی اور تمدن پر اتنا عظیم احسان تھا کہ کوئی مستنفس کسی جہد میں اس سے لنگر نہ ہو سکتا، کیونکہ اپنے ملکیت کے استبداد کو گوارا نہ فرمایا۔ اور اس کی فریبی خلافت جو جمہوری حکومت کو اپنے برخود غلط اور پُر فریب رویہ سے بنام کر رہا تھا آواز حق بلند فرمائی اور جاہلانہ حکومت کے خلاف عام حق کی حفاظت میں ہر تشدد کو اپنے اور اہل بیت کے لئے خنجرہ پیشانی اور انتہائی صبر و شکر کے ساتھ گوارا فرمایا۔ اس بیچ عظیم کے بعد اسلام اور اہل اسلام کی شان جس طرح دوبلا ہوئی ہے اس ثابت ہوا کہ یزید لعین نے ائمہ معصومین پر جو فحشرتم چلائے وہ حق و صداقت کے مطلق پر چلے اور اسی عظمت کے طفیل میں اس کی اور اس کے تمام اراکین بے دین کو دنیا کی ذلیل ترین مخلوق سے بھی زیادہ ذلیل

نصیب ہوئی اور چونکہ یہ عظیم قربانی یا دگار خداوند علامہ مقبول فرمائی گئی تھی، جس لئے شہید اعظم اور جملہ ائمہ معصومین کے تصدیق میں نانا جان کی امت کو شرف زندگی بخشا، ورنہ اس عہد میں جو ظلمت و تاریکی کی گھٹائیں یکایک آسمانِ ملت پر چاٹنے لگی تھیں ان سے بہت کچھ اندیشہ ہونا چاہئے تھا۔ جس کل میں ثبوتِ یزید اور اس کے شرکار کی حالتِ ظلم ہیں اسی طرح ایک طرف حضرت امام حسینؑ نے یزید کے ان ظلم و جہالت کے خلاف جہاد فرما کر سب سے زیادہ بیش قیمت قربانیوں کے تصدیق میں دینِ مبین یا اور اس کفر و شرک کی بڑھی ہوئی رُو کے خلاف راہِ حق سے دنیا کو خبردار کر دیا کہ تقلیدین نے بتائیں رضی روایات اسلام کو زندہ کر کے اپنی زندگیاں سنبھال لیں اور قیامت تک ایک مثالِ دنیا کے لئے قائم ہو گئی کہ جس کو نہ فراموش کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی اہمیت سے سترابی ممکن ہے، ورنہ یزید لعین کی شرکانہ ملعونہ جابر حکومت اسلام کو (خاکِ بدہن) جو ناقابلِ بیان صدرِ پوچھتاچی وہ ظاہر ہے، ایک نام نہاد، ظلم حاکم جب اس قبیح عہد میں ایک ایسی جابر اور ظلم جہل کی بانی حکومت کے زیر اثر رعایا کو رکھتا تو اسلام کا نام کہاں تباہ دین کی وہ منہ شدہ صورت اہل عالم کے لئے کس قدر خطرناک اور تباہ کن ہوئی، دین کی حفاظت و حمایتِ خدا کے برتر کی تائید سے صرف، اور صرف تاجدار امت کے پیارے نواسے تاجدار شہادتِ حسینؑ نے کی، دنیا اسلام اس ذبحِ عظیم کو کس طرح فراموش کر سکتی ہے۔

سلام ہو سلام ہو! تجھ پر اسے دین پناہ!

عالم اپنے شہید اکبر کے احساناتِ عظمیٰ کو یاد کرتا ہے اور قیامت تک فخرِ سبا ہاتھِ غمیرت و بھیرت کے موتی (آنسو) نچا کر کرتا رہے گا۔

لیکن یہ حق و صداقت کی شہادت عام عالم کے لئے احسانِ عظیم سمجھنا چاہئے پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزیدِ پلید کی طرزِ حکومت کو مطلقِ خدا کے لئے فتنہ اور جبر و تشدد کا باعث تصور فرما کر حمایتِ حق میں مبارک شہرِ کربلا، اور مقدس گہرِ ثایا اور یزید کی جہل و ظلم کی بانی ملکیت کے سامنے سر نہ جھکایا، یہ کس لئے ملحق اللہ یہودی ان کو لکھتے کہ ظالم و جبار، جسے چاہئے اور غلامی سے نجات دلائے کیلئے۔ ورنہ سید الشہداء کو دنیاوی بادشاہت کی تلاش نہ تھی، انہیں کے پیارے نواسے اور حیدرِ کرارِ شیرِ خدا کے دولا کے دینوی چاہ و دولت سے بے نیاز تھے، یہ سب کچھ سچا ہے نہیں۔ ایک مثال سے آپ کی شانِ بے نیازی اعلیٰ طور پر ظاہر ہو کر ثابت کرتی ہے۔

کو دنیاوی بادشاہت اور دولت کی خواہش ہرگز نہ تھی۔ بلکہ اس کی اور اس کے شرکار کے ظلم و جبر اور استبداد اور طریقہ حکومت کے خلاف آپ خلق اللہ کی بہتری اور ان کی نجات کی غرض سے جہاد فرما رہے تھے جس کے لئے اپنا گہوار اور سب کچھ راہ حق میں قربان کر دیا۔

امیر معاویہ ابن ابی سفیان جو اس وقت والی شام تھے فریقہ حج کی ادائیگی کی غرض سے آئے ہوئے تھے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت امام حسینؑ کے حضور میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا تحائف، خلعت اور نقد پیش کیا یہ نذرانہ دینی دولت و مرتبت کے لئے بہت کچھ اہمیت رکھتا تھا اور اس کا قبول کر لینا طلب دولت کی مناسبت ضروری تھا، لیکن دین پناہ و حق آگاہ حضرت تاجدار شہداء امام حسینؑ کے حضور میں اس رقم اور سامان کی کوئی عزت و وقعت نہ تھی اور آپ نے اس کی طرف نظر بھی نہ فرمائی کہ اس شخص کا جو دنیا طلبی میں محو ہے وہ تحائف جو دنیاوی حرص و ہوس کے باعث ہیں قبول فرمائیں اور اس کے زیر بار احسان ہوں۔ اس حقیر سامان امارت کے لئے ظاہر ہے کہ آپ کو دنیا کی کوئی خواہش نہ تھی، حق و صداقت کے عشق میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اور اہل دنیا کو جو جبر و ستم کی حکومت کا وہ راز بتایا کہ اس سے بچنے کیلئے وہ حق کی پیروی سیکھ سکیں اس حالت میں شہادت راز کر بلا سے اسلام کو جو بقیہ ملتا اور راہ حق میں فی سبیل اللہ جہاد کرتے فاول کے لئے انعام شہادت کا راز کہلتا ہے تو بلا تفریق عام خلافت کے لئے درس بصیرت بھی ہے۔

جن قوموں نے بعد میں ملوکیت کی ظالمانہ دباؤ و شخصیت کے جابرانہ نظام یعنی زیدی آئیں کے خلاف جہاں جہاں صداقت کی جنگ میں حق کی صدا بلند کی وہ تقلید بھی، تا جملہ شہادت کے اسود حسنہ کی ملوکیت پرستی کی لعنت کے خلاف پہلی مرتبہ یہ شاندار اور قیامت زندہ رہنے والی یادگار جہاد سید الشہداء نے قائم فرمائی کہ نہ صرف اپنی جان اپنے مال اور اپنے گھر کی پرواہ نہ فرمائی بلکہ اپنی اطلاع پر غیر مومن اور قبیحوں تک کی جانیں حق کی حمایت اور جہاد فی سبیل اللہ میں میدان کر بلا کی ہینٹ چڑھا دیں اور کس صبر و رضا سے کہ جس کی شان دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اس لئے اس شہادت عظمیٰ نے اسلام کو جو مرتبہ جلیل القدر بخشا۔ اس کا تو ذکر نہیں۔ غرض تو اس دلائل کے لئے بھی زندہ جاوید قابل عمل نمونہ پیش نظر ہو گیا۔ اور جس کی تقلید میں قلم بڑبڑا سکتا ہے۔

پہچم اسلام کو جو قوت شہداء کر بلا کے احسانات و بخششیں و فو کے ساتھ سجدہ شکر ہی ادا

کر سکتا ہے کہ یہ بھی اس کا فرض اور یہی اس کا بس ہے۔

جو مصائب اور جو مظالم اور جو سختیاں یزید لعین اور اس کی بے دین فوج کی افراد نے جبل سے روا رکھیں اور ائمہ معصومین نے جس میں خاندان رسالت کی مطہر سیانیاں جو اس سال فرزند اد شیر خوان کے شریک تھے جس صبر و شکر سے رنگستاں کر بلا کی آتش بار سر زمین پر گوارا کئے اور کسی مقدس مظلوم کی تیوری پر صدمہ سے ملی نہ آیا، وہ وہ مثالیں ہیں جو قیامت تک مٹ نہیں سکتی اور وہ سبق ہیں جو ہر اہل غیر کو دورا بلا مصیبت میں صبر و سکون کی تعلیم دیتے ہیں اور ہر تنفس کو انسان بننے کا اہل بناتے ہیں۔ لب فرات جن بے گناہ خنک پایا سے ٹکوں پر نچر ستم چلے اور تسلیم درضا کا دامن چھوٹا وہ ہمیشہ ہمیشہ دنیا کو اور العزم و صبر و عفو و کرم اور بے مثال جرأت اور دلبری کا پیام دیتے ہیں گئے اد جبر و ستم کی جہالت و حکومت پر اسی طرح لعنت برستی رہے گی میں طرح یزید لعین پر آج تک اور قیامت تک اور تاجدار شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت شہداء معصومین پر رحمت کے فردوسی بھول نچھا اور ہوتے ہیں گئے کہ بد نیت کا یہ وہ عظیم الشان کا نام ہے جس پر انسانیت کو پیش نماز ہو گا اور فوج عظیم کا درس عبرت ہر دور میں زندگی اور بیداری کی روح سمجھا جائے گا اور سمجھا جاتا رہا ہے۔

شہادت حسینؑ کی عالی مقامی قابل وجد ہے! اور برگ یزید کی بے سرو سامانی،
لائق عبرت! اسلام ہو! اسلام ہو! اس دین پناہ امام حق آگاہ پر! سلام ہو!
سلام ہو! شبیدوں کے تاجدار معصوموں کے سردار پر! سلام ہو! سلام ہو!

آئندہ ماہ

آپ کا سفینہ بلاناغہ اور پابندی وقت کے ساتھ شایع ہو کرے گا۔ ادارہ کو شاہانہ چمکے سرکار کا سے ایک جدید روزنامہ "ایوننگ نیوز" کی اجازت حاصل کرے اس سلسلہ میں تفصیلی اعلان غنیمت شایع ہو گا یہ روزنامہ مقامی روزانہ تازہ خبریں شام کو پانچ بجے تک فراہم کیا کرے گا۔
اختر تبریزی

سلام

از جناب ن بگم صاحبہ نقیض

صف اعدا میں غل ہے حضرت شبیر آتے ہیں
چلے ہیں حضرت عباس سوئے نہر تو دیکھو
مکئے ہیں شاہ دین لیکر تو ہنگامہ ہی خمیدیں
علی اکبر کو کر کے قتل سب اعدا دیکھتے ہیں
گر دیتے ہیں اک اک ناریں تو تو گھوڑا لے
علی اکبر اسے پڑھ پڑھ کے رویا کرتے ہیں پھر
لئے تیغ و سناں تیر و کماں شبیر آتے ہیں
ادھر سے تیغ چلتی ہے ادھر سے تیر آتے ہیں
کہ لیکر دیکھئے اصغر کو کب شبیر آتے ہیں
مشاکر ہم رسول پاک کی تصویر آتے ہیں
عدو جب کر کے قتل شاہ کی تدبیر آتے ہیں
جو قاصد یکے صغرا کی کبھی تحریر آتے ہیں
نقیض اپنے کو جو شاہ شہیدان پر فدا کر دیں
جیو سچ پوچھو تو وہ لیکر بڑی تقدیر آتے ہیں

شہید اکبر

از جناب محمور اختر صاحبہ

اے تشنہ کربلا شہید اکبر
تو آب نہا فانی و آسمانی
سیراب گلوئے تو ز آب فخر
اے تشنہ کربلا شہید اکبر

شہادت قرآن کا دور نام نہ ہو یا سی و سلی، جی یا فہمی اسو کی مملکت اور طرف داری
میں آج جو قیامت ہے عاقل اور کما - ایسی شہادت کہ - - - - -
مکملہ قرآن کا دور نام نہ ہو یا سی و سلی، جی یا فہمی اسو کی مملکت اور طرف داری

ہر جگہ ایک ہی صرف ایک مقصد عظیم کی خاطر اپنی جان عزیز گنوا تی نظر آئے گی، مگر محسن اسلام، مجاہد عظیم شہید اکبر امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظیم النظر اور بی مثال اسلئے مانی جاتی ہے کہ یہ سیکڑے ت تمام عظیم ترین مقصدوں پر عادی و ساری تھی، سید الشہداء نے مذہب، ملت، دین، قوم، امت، ملک اور سب سے بڑھ کر حق کی حمایت میں جام شہادت بخوشی نوش فرمایا، اور دنیا کی تاریخی قربانیوں میں ”شہید اکبر“ کے لقب سے ملکت ہوئی، بنی اسرائیل میں حضرت یحییٰ، دُرّ عیسیٰ میں حضرت مسیح کا قتل ناقابل فراموش ضرور ہے لیکن وہاں نہ نئے معصوم کے گلے میں تیر پیوست ہوا، نہ اپنی آنکھوں کے سامنے جوان نخت بگڑھا کا پیارا بھوگویا یوں کہئے کہ جس طرح نبوت و رسالت کا خاتمہ رسول اقدسؐ پر ہوا ایسے ہی شہادت کا مرتبہ جلیلہ مقدس لو اُسے پر تمام ہو گیا۔ حادثہ کرہا کے بعد نہ کسی کو ایسا وقوع و رنج منصب عطا ہوا نہ قیامت تک ہوگا۔

اسلام دنیا میں صرف اقامہ الصلوٰۃ و التواضع و الزکوٰۃ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ اصول کو قائم کرنے کیلئے قدم رکھا، آنحضرتؐ نے دعوت حق دنیا کے ہر گوشے میں پہنچا کر اساس اسلامی کو اگرچہ مضبوط فرمایا تھا لیکن اس عمارت حق کی تعمیر حسینؑ کے ہاتھوں معصوم اصغرؑ کے خون اور مظلوم اکبرؑ کے لاشے سے ہوئی، اگر ایسا نہ ہوتا تو زید حق و صداقت کے شیرازہ کو بکھیر دیتا، قیام حق و انصاف کو گمراہی کیلئے جو خدمت خدا کی طرف سے تفویض کی گئی تھی ذی تربت حسینؑ نے اس دعوت پر لبیک کہا اور پاسداری حق کی خاطر شہید ہوئے۔

امام مظلومؑ نے شخصیت اور استبدادیت کے خلاف جمہوریت کیلئے تلوار اٹھائی، فسق و فجور ظلم و زبردستی کے مقابل انصاف و صداقت کیلئے ہان فرودشی کی، تاریکی اور گمراہی کے سدباب اور ہدایت کیلئے تلوار کھینچی، بدعت اور فسادانی جذبات کے خلاف حقانیت اور امر بالمعروف کے لئے شہید ہوئے۔

”حسینؑ کی محبت رسولؐ کی محبت ہے اور رسولؐ کی محبت اللہ کی محبت ہے۔“

شہادت حسینؑ اس زمانہ میں واقع ہوئی جبکہ اسلام کا نشوونما ابھی ابتدائی دور میں تھا، وہ افراد موجود تھے جن کے کانوں نے بار بار رسول اقدسؐ کی زبان سے حسینؑ کی منی و افامہ جیسی بی سنی سن چکے تھے، جن کی آنکھیں رسول اللہؐ کو پیار و محبت کرتے دیکھ چکی تھیں باوجود ان تمام باتوں کے

یہ عجیب بات ہے کہ آپ پر ظلم و ستم تو ٹسے گئے، حرم مبارک اور اہل و عیال کی معیت بھی ایک خصوصیت ہے، ننھے ننھے بچے، پر وہ نشیں بیدیاں ساتھ تھیں، انہی مجبور یوں کے باوجود راہ حق میں جان دینا حسین کے مرتبہ کو کس قدر بلند و بالا کر دیتا ہے، سطلی نظر رکھنے والے اس کو نہیں جان سکتے، موسیٰ و عیسیٰ اپنی استسکان تباہی گوارا کئے، مگر حسین اپنے نانا کی کشتی امت کو ڈوبنے سے بچا کر کلہ لالہ کے استحکام کا باعث ہوئے۔ اب یہ سوال کہ حسین کا مرتبہ کیا ہے کسی حق گو اور منصف مزاج سے پوچھئے ایچ تو یہ ہے کہ

تیری قربانی میں شاہا با تھی نہاں اپنی میات
باعثِ سرسبزی دینِ بین تھی تیری ذات

سلام

از عالیجناب ابیہ کاظم علیہا صاحب
فرزند عالیجناب شیخ کت جنگ حاتم الدولہ

نکل اے نا اُمیدی ساتھ آہوں کے دہو ہو کر
جہاں پلٹے تو پلٹے خیر اس کا غم نہیں مجھ کو
تعب خیز ہے یا رب یہ تیری خانہ آرائی
پلٹے اتمامِ محبت جب کہا حضرت نے اصرار سے
کہا شہ نے طغیانی میں ہیں لاشا اٹھا اٹھا
ہے رشہ جسم شہ میں با و قدم بھی تھر تھرتے ہیں
ہے مشتاق زیارت دیر سے یہ آپ کا ظم
دھڑک رہا ہے قندہ کو افسوس ہیکہ نوا جا محبِ یلام با نکل آخری صفا شہرِ ملک پارہا، چوکر یہ بہت ایری ہے مولہ ہوا۔
آخر قرشی

سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو

کہاں دفن کیا گیا اثری و تاریخی تحقیق

(از جناب آغا رفیق صاحب بلند شہری ریشوا)

جناب آغا رفیق بلند شہری ایک کہنہ متقن ادیب اور وسیع النظر اہل قلم ہیں۔ یہ محققانہ اور مورخانہ مضمون میری درخواست پر موصوف نے وسیع مطالعہ کے بعد لکھا ہے جو اداو میں پہلی مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیارے رسول کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کو جب قبول فرمایا اور آپ کی پاک روح کو اپنا خاص قرب عطا کر کے دائمی راحت سے نوازا یعنی جب دسویں محرم الحرام ۶۱ھ کو حضرت امام ہمام کو کر بلا کے میدان میں تشنہ ہاں شہید کر دیا گیا تو عمر بن سعید آپ کے سر مبارک کو کوٹنے لگا اور ابن ضیاء کے حوالے کیا۔ ابن زیاد نے اپنی عداوت کا بخار نکالنے کیلئے آپ کے سر مبارک کی خوب تشہیر کی اور تمام بازاروں میں گشت کرایا۔

جب اس توہین و تذلیل سے اسکی آتش عداوت بکے تھنڈی ہو گئی تو پھر وہ سر مبارک کو لیکر دمشق کی طرف روانہ ہوا اور یزید کے دربار میں حاضر ہو کر سر مبارک کو پیش کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ آپ کے سر مبارک کو تین دن تک معلق رکھا جائے لیکن کسی اپنی جگہ پر ٹکنا دیا جائے تاکہ دہر السلطنت کے لوگ اس کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ جب تین دن گزر گئے تو حکم دیا گیا کہ سر کو تمام بڑے بڑے شہروں میں بچائیں اور بازاروں میں گشت کرائیں۔

مختصر یہ کہ یزید کے حکم سے تمام شہروں میں سر مبارک کی تشہیر لگائی۔ جب شہر عسقلان میں آپ کا سر مبارک پہنچا جہاں کا حاکم لیک بہترین شخص اور مومن کامل و خدا ترس تھا اس نے آپ کے سر مبارک کی غفلت و عزت کو محسوس کیا اور ایک بہترین مقام تجویز کر کے اسکو دفن کر دیا۔

آپ کا سر مبارک ۶۹۱ھ تک یہیں دفن رہا۔ اسی سال شعبان کے مہینے میں (مقررہ تاریخ کے بیان کے

مطابق افضل ابن امیر الجیش کافی پانہ بیت المقدس کی جانب بڑھا اور بیت المقدس کے حکم پر راکر بیت المقدس کو اس سے حسین لیا، پھر اس فتح بعد وہ عسقلان میں آیا۔ یہاں پہنچ کر اس کو آپ کے سر مبارک کا حال معلوم ہوا۔ اور اس نے عسقلان میں ایک بہترین جگہ انتخاب کر کے ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرایا اس لئے کہ افضل کے خیال میں وہ مقام جہاں سر مبارک دفن تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت و عزت کے نمایاں نہ تھا۔

جب مقبرہ تیار ہو گیا تو افضل نے خود آپ کے سر مبارک کو قبر سے نکالا خوشبوؤں سے مسح کر لیا اور اپنی سینہ پر رکھ کر دوسرے مقبرہ کی جانب پیدل لے چلا اور وہاں پہنچ کر عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔ سر مبارک ۳۵ سال تک اسی مقام پر دفن رہا پھر قدرت کی مشیت سے یہ اتفاق پیش آیا کہ عسقلان پر مسیحیوں کی دست درازی کا خطرہ پیدا ہوا اور اس خطرہ کی اہمیت کو محسوس کر کے عسقلان کے حاکم عیاش نام نے مصر کے فاطمی خلیفہ الفاطمہ امراۃ کو اللہ مدی کہ عسقلان پر مسیحیوں کی یورش کا اندیشہ اور خطرہ ہے اور یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک دفن ہے بہتر یہ ہے کہ آپ سر مبارک کو یہاں سے منگالیں ورنہ مسیحی اس پر قبضہ کر لیں گے اور یہ دولت ملہانوں کے ہاتھ سے نکل جائیگی۔

اس زمانہ میں مصر کے فاطمی خلیفہ الفاطمہ بادرۃ کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی اور خلافت و سلطنت کے تمام کام حکومت کا وزیر اعظم طلحہ بن رزک انجام دیتا تھا۔ یہ اطلاع پا کر وزیر اعظم مذکور نے اپنے خادم خاص کمون کی خیادت میں فوج کا ایک دستہ دیکر ملک دیا کہ فوراً عسقلان جاؤ اور حضرت امام حسین کا سر مبارک آؤ وزیر اعظم مذکور نے تمام ضروری مصارف کیلئے خزانہ عامرہ میں سزار و بنار مسکنوں کے حوالے کئے۔

کمون نے آپ کے سر مبارک کو عزت و حرمت کیلئے عسقلان سے لے آیا۔ وزیر اعظم نے مصر سے کئی منزلیں آگے پہنچ کر سر مبارک کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ کثیر فوج لگلیا۔ تمام بیادہ لان دولت اور خود وزیر اعظم ننگے پاؤں تھے اور سب پر آپ کے سر مبارک کی عظمت جانی ہوئی تھی۔ تمام طبقہ سے وزیر اعظم نے آپ کے سر مبارک کو اپنے سینہ پر رکھا اور مہر تک اپنے سینہ پر لے گیا پھر اطلاع نے دابہ مہر کی جانب ہاپ۔ واپس کے آپ کے سر مبارک کو دفن کرنے کیلئے ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی جو آج کل جامع صالح کے نام سے مشہور ہے۔ پھر سر مبارک کو عند وقت اور بردوں سے باہر نکالا (مہر تزی کا بیان) جبکہ سر مبارک خون میں آلودہ تھا۔ اور خون اس وقت تک خشک ہوا تھا بلکہ تازہ اور تھک کی مانند خوشبودار اور پھر سر مبارک دیکر لڑائی کے غم پر غش یا تیار تھیں جن میں پر سر مبارک کو غسل دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت تک جامع صالح کی چوہاؤں پر نشانی ہوئی۔

سر مبارک کو فل سینے کے بعد ارادہ کیا گیا کہ جامع جامعہ میں سر مبارک کو دفن کر دیا جائے مگر خلیفہ :
الغافر باللہ کے ہمراہیوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ایسے با عظمت اشرافی شہر قاہرہ کے باہر دفن کرنا
کسی طرح مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک کو قعر شاہی میں دفن کیا جائے ۔

اس زمانہ میں شاہی قعر کا ایک دروازہ جمالیہ کے جانب واقع تھا جس کا نام باب وطم اور دہلیز خدمت
تھا۔ چنانچہ سر مبارک کو اوس جانب لے گئے اور وہاں ایک شاندار عمارت بنائی گئی جس کو کئی بیعتوں اور سالانہ
آرائش سے آراستہ کیا گیا اور اس عمارت میں سر مبارک کو دفن کیا گیا۔ آج کل یہ عمارت مسجد نبی کے نام سے مشہور
اس وقت تک سر مبارک قاہرہ کی مسجد نبی میں دفن موجود ہے۔ علمائے جامعہ و محدثین
یسر۔ محمد الدین بن عثمان، ابن وحید، حافظ سنذری قاضی عبدالرحیم بیانی، امام جلال الدین سیوطی، امام نجم الدین
علی، امام ابوالمواہب تولینی، امام ابو الحسن القمار العجمی مقریزی ابن ایاس شحرانی اور شہر دلی و قضاوی
وغیرہ نامہ مستند دلائل سے اسکی تصدیق کی ہے ۔

مختصر یہ کہ حضرت امام حسینؑ کے سر مبارک کا قبۃ جو مسجد نبی کے نام سے مشہور ہے ایک نہایت شاندار
اور مضبوط عمارت ہے ۔ یہ مقام المعز خلیفہ کے قعر میں شامل تھا جس کو بعد میں قعر سے علیحدہ کر دیا گیا ۔ اس
قبۃ کو سب سے پہلے ملائک میں زر بک نے تعمیر کرایا اور سنہ ۵۴۹ھ میں یہ عمارت تکمیل کو پہنچی پھر سنہ ۶۲۷ھ میں بحری کعبہ
یہ اتفاق پیش آیا کہ شعلی کی غلطی سے ایک شمع قبۃ کے اندر گر پڑی اور عمارت کے اندر آگ لگ گئی ۔ آگ کے
شعلے جب بلند ہوئے تو قاہرہ کے لوگ یہاں تک کہ مصر کا گورنر جمال الدین بن اسمور بھی دوڑ پڑے اور آگ کو
بچایا اس کے بعد قاضی عبدالرحیم نے دوبارہ اس عمارت کو تعمیر کرایا اور سنہ ۸۱۱ھ کے بعد تک اس پر بہتر مصلحہ
جاری رہا پھر امیرین زائرین کی کثرت کو دیکھ کر بہت قریب مکانات کو خرید کر قبۃ کی عمارت میں شریک
کیا اور قبۃ کو وسعت دی ۔

جبرنی کامیاب ہے کہ امیرین ۔ ۔ ۔ میں رکھنے کیلئے ایک تابوت ہی بنایا تھا جو آبنوس کی لکڑی کا
تھا اور جس میں سوپ اور چاندی کا کام کیا تھا اور پسند نگار رشیم کا خلاف چڑھایا تھا جب یہ تابوت تیار
ہو گیا تو اس کو لکڑی کے تخت پر رکھا گیا اور چار دیوہ اس کو بلکہ قسبی طرف چلے ۔ تابوت کے آگے رفائی
فرد کے لوگ ڈھول بجاتے جاتے تھے اور چہرے ڈھکے ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے ۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی
کے عبور زان تھے جن میں عود اور منبر و شین تھے ۔ باب ہاشم سے عرق ٹھیک لوگوں پر چڑھا جا رہا تھا ۔

ان ہی نسبت سے تابوت کو قبہ میں پہنچا یا گیا اور قبر کے اوپر رکھ دیا گیا۔

امیر خسرو کا تابوت اب باقی نہیں ہے بلکہ ایک اور نگرانی کا تابوت رکھا ہوا ہے جس پر چاندی کے تاروں سے آیات قرآنی لکھی ہوئی۔ اس تابوت کے سرانے تلے ہے اور تاج پر سبز عمامہ فقیر کے اندر رکھا ہوا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو جہنم کے ایک تخت پر رکھا گیا ہے اور سر مبارک پر سبز ٹوپی ہے اور سر مبارک کے چاروں طرف نصف گز کے قریب اس قسم کی خوشبوئیں لکھی گئی ہیں جن کی خوشبو برسوں تک لگتی رہتی ہے اور یہ تمام چیزیں زمین کے اندر نیچے کی تیسری منزل میں ہیں جہاں کوئی آدمی داخل نہیں ہو سکتا اور نہ داخل ہونا ممکن ہے۔ عرصہ دراز کے بعد قاہرہ کے بعد بڑے لوگوں نے آٹا حسنی کو دیکھ کر گشتش گئی تھی اور دو آدمیوں کو زمین کے اندر داخل کر کے حالات دریافت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ان آدمیوں میں سے ایک اندھا ہو کر باہر نکلا اور دوسرا بہرا اور انی تحقیقات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

اس کے بعد ۱۳۲۱ء میں یہ معلوم ہوا کہ قبر کی بعض دیواریں کمزور ہو گئی ہیں اور اصلاح و مرمت کی محتاج ہیں۔ چنانچہ حکومت کے حکمہ اوقات کو اسکی اطلاع دے گئی اور اس نے اصلاح و مرمت کرا دی۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ قاہرہ بصرہ میں حضرت امام حسین کے سر مبارک کو ۱۲۵۵ء میں دھن کر کے قبہ تعمیر کیا گیا پھر اسکے بعد ظاہری خلفائے قبہ کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی جس کا نام مسجد حسنی رکھا گیا۔ پھر جب ۱۶۶۲ء کے بعد قبہ میں آگ لگی تو مسجد کو بھی اس آگ سے نقصان پہنچا اور ظاہری علیہ السلام نے قبہ کے ساتھ مسجد کو بھی تعمیر کرایا اور اسکو بہت وسعت دی۔ ایک میل بھی باہر خوشی کا منارہ اور خندق کے قریب کی زمین بھی اس کے لئے وقف کر دی۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً مسجد اور قبہ حسنی کی عمارات میں اضافہ و ترقی ہوتی رہی اسکے بعد پھر تعمیر و توسیع ۱۳۹۰ء میں ہوئی جسکی صورت پیش آئی کہ ۱۳۸۵ء میں لڑکی کے خلیفہ سلطان عبدالعزیز مصر میں تشریف لائے اسوقت تک کہ مصر طرہ یو یا بادشاہ اسماعیل باوجود تھے۔ سلطان مذکور نے مسجد و قبہ حسنی کی زیارت فرمائی اور خدیو مصر کو عمارت کی تجدید و آرائشی کا حکم دیا چنانچہ از سر نو تعمیر کا آغاز ہوا۔ ۱۳۸۵ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ یہ عمارت اس وقت مصر میں موجود ہیں اور عام و خاص کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

فلسفہ

ان

ادیب کا بل محترمہ "بقوی مبتا (قمانیم)

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی ہے نہ چکا تو پھر لہو کیا ہے

(:)

ہن انسانی ڈھانچوں میں خون کی روانی ہے۔ جن کے سینوں میں دل کا وجود ہے اور جن میں احساس باقی ہے وہ "غم" کی نوعیت سے خود کو جدا نہیں کر سکتے۔ ریخ و غم جذبات فطری ہیں۔ انسان کی آنکھوں میں جب آنسو کھیلنے لگتے ہیں تو ان کا پی جانا ممکن ہی نہیں باپ فرات کی طغیانی کو روک سکتے ہیں۔ لیکن دیکھ ہوئے دل اُٹھ سے ہوئے آنسوؤں کو روکنا آپسے تو کیا کسی سے بھی ممکن نہیں۔ آنسو صرف یونہی نہیں نکل سکتے۔ جب دل پر چوٹ لگتی ہے۔ جب یہ عضو مضطرب کسی حد عظیم سے پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اسی کے ٹکڑے آنسوؤں کے سیلاب میں بہہ نکلتے ہیں۔ جنہیں شعراء "طفل اشک" سے منسوب کرتے ہیں!!

قلب انسانی واردات و محسوسات کا ایک لطیف ساز ہے جس کے تار تار سے سوز و ساز کے سلاپے جا سکتے ہیں۔ نغمہ ہائے طرب سے یہ بہت کم متاثر ہوتا ہے۔ بلکہ ساز میں بھی اس کو سوز کا مزہ ملتا ہے۔

غم و الم — کے احساسات تو اس کے ہزار گونا گوں سے بدل دیتے ہیں۔

ایک جرمن شاعر کہتا ہے کہ انسانی دل دو خوب گہرے محسوس ہے۔ ایک میں سرت رہتی ہے۔ دوسرے میں غم خوابیدہ ہے۔ وہ سرت سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ "لے سرت تیرے ہنگام پرور تالطم غیز، سرور خوش آئند تجھے مبارک، مگر اہ دیکھ آخا ہنگامہ مکر، ذرا آہستہ آہستہ، دہیمی آواز سے ان ساز کے تاروں کو چھیڑنا کہیں آیا نہ ہو، نصیب دشمنان غم جاگ اٹھے کہیں اس کا پرسکون خواب، اس کا مطمئن عالم بویا خواب

یہ نشان سے دوچار ہو جائے؛ اسی طرح جو دل مسرت و شادمانی کے سر پہ داپہیں ان کے نزدیک ایک افسردہ دل کی موجودگی افسردہ کن و طلال ایک نثر ثابت ہوتی ہے۔ لیکن خوشی اور حقیقتی مسرت یہ ایسی مہموش ہے جو جس سے بہت کم دل آشنا ہیں۔ سنار میں ایسا شاید ہی کوئی دل نہ ہو گا جس نے غم کی ضرب نہیں کھائی۔

کسی کے غم میں کوئی روئے تو اس پر اول تو اعتراض کرنے کا کسی کو کیا حق ہے۔ اور جو معترض ہو اسے بڑے بڑے رحم کٹھن سنگدل و سفاک شاید ہی کوئی ہو سکتا ہے۔ اور ایسے معترض پر تو اس طریقہ کے قدیم باشندوں کی ایک ایسا آکر حرب جو اگر نشانہ خطا کرے تو خود نشانہ انداز اس کا بدن بجائے کی مثال چسپان ہوتی ہے۔

”اقبال“ کی دنیا میں ایسے ہی شخص کی آنکھوں سے زندگی کا راز چھپا ہوا ہے۔ انسانیت کا لغزنیخال کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ ایسے سفاک دل ”محبت“ جیسے لطیف جذبہ سے ہی قطعی محروم ہیں۔ ایسے ہی دل شاید لوگوں فراموش کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ بے ہی بیدار دوس کسی دکھی کی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ ایسے ہی خوشدل بے انسان شاید کسی پیچیدگی کی آہ و زاری کو سوئے جانا اور کسی بیوہ کے نالوں کو سماع فراشی سے مضمون کرتے ہیں ایسے دل تو سنگ رلنے کے قابل ہیں۔ ایسی آنکھیں پھوٹ جائیں جو انسان کی ماہیت نا آشنا ہیں!

خداوند! — تیری دنیا میں عجیب، عجیب طبائع کے لوگ بستے ہیں۔ اگر تجھے خود غم عالم پسند نہوتا تو پھر اس موجودات عالم میں اس کا جو وہی کیوں ہوتا؟ تیرا ”قرآن“ سمجھو! الم سے ہی بے نیاز ہوتا۔ اس میں گریہ یعقوب کا ذکر ہی معدوم ہوتا۔ اس میں یتیموں کو نہ دلائے کی دہکائی نہ ہوتی۔ واقعہ ہے کہ دنیا کو غم و الم سے فطری دشت ہوتی ہے۔ خوشی کی محفلوں میں بلائے۔ مہمانوں کے کثرت کا مکانہ نہیں رہتا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ہنسائیں اور زمانے کی خوشی کا چڑھ گیا پارا معاً دنیا نے میرے تعقبہ پر تعقبہ مارا
مگر کھینچا جبہ سر و قلب نا تنگیا نے تو غمخواری کجا، مگر کر ندیکھا چھکودنیانے
کہا میں نے کر لے وہ نلف جو بزم نہیں تھی شریک عیش ہوتی ہے شوک غم نہیں تھی

یہ سنتے ہی کہا۔ نیلے یہ نیچی بنگا ہوں سے

کہ مجھ کسمت و فرصت نہیں خود اپنی آہوں سے

وہ جتنے نزدیک رو نام کرنا نہ بولی ہے، احاطت ہے۔ اور جانے، انہیں یاد حوادث سے سبق لینا چاہئے

ایک فلسفی اپنے منطقی دلیلوں سے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ رونا دھونا کاذب دری ہے۔ مگر کرنا شیوہ انسانیت

و غیرہ وغیرہ۔ لیکن۔ جب اسی کا زبواں بیٹا موت کے گھاٹ اتر جاتا تو ساری منطقی خاک میں لمباتی ہے سارے فلسفہ پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس وقت اسی فلسفی کی آنکھیں ایسا دریا اٹھ اٹھتی ہیں کہ فلسفہ اور منطقی غمی خاکشاک کی طرح اس میں بہہ جاتے ہیں، غم اسکو اندھا کر دیتا ہے غرض ۵

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطف خواب ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضرب سے
موج غم پر رقص کرتا ہے حجاب زندگی ہے الم کا سورہ بھی جزو کتاب زندگی
نوٹ۔ عرصہ دراز کے بعد آج کرم بہن نقوی صاحبہ سفینہ کو نوازا ہے، میں تو سمجھ چکی تھی کہ وہ اس ناچیز کو فراموش کر چکے ہیں اب جبکہ سفینہ دوبارہ رہن کرم ہوا، بہت ہو رہی کہ آئندہ کیلئے بھی استعاذ کیوں نہ کروں، ”چند کیلیوں پر قلعہ بند دہ کرے جنگو، تنگنی دامان کا علاج“ میسنر آتا ہوں۔
صادقہ (مدیرہ)

محرم

از جنابہ زبیدہ مصطفیٰ قریشی (سنزدا کٹر سعید الدین پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کالج)

ہی آسمان ہے اور وہی چاند جو آج سے تیس دن پیشتر نظر آیا تھا وہ بخدا آتا تھا۔ یہ روتا ہوا سیاہ بادلوں میں اس کا انگین چہرہ شہیدان کی یاد تازہ کرتا ہے۔ روئے چاند! خوب رو اور دمن دل تو عالم کی تمام شہادتوں میں درد منوس کرتے ہیں یہ تو وہ شہادت ہے جو اسلام میں تمام شہادتوں سے زیادہ پر زور ہے۔ اس میں ایک ایسی خصوصیت ہے جسکی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے اور ان کے بعد نیکلوں مسلمان شہید کئے گئے ۲۷ گھنٹے پہلے سے کہ شہید ہونا سارے منہ کو فتم ہوئے دیکھنا اور آخر وقت تک مصیبت میں صابر رہنا خدا کو یاد کرنا اور امر حق سے قدم نہ ہٹانا شہادت کی اعلیٰ خصوصیت ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شہادت کی بشارت دی گئی تھی کہ وہ آنکھیں آہ وہ آنکھیں بھی تو آنسو سے تر ہو گئی تھیں شہادت پر رنج و غم زیادہ تر ہے در ہر مسلمان کو کربلا کے جوع واقعات سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس یاد سے مومن کا دل تقویت پاتا ہے مظلوم مسلمان کی ثبوت ہمارے نبین میں ایک خوش تیزی اور بہادری پیدا کرتی ہے واقعات مکرر کو اگر ہم شیخ محسن میں سمجھنے کی کوشش کریں زیادہ نہیں صرف چند منہب ہی تو بہادری دنیاوی اور دنیوی صلاح و فلاح ممکن ہے جس مقدس و محترم ہستی

ہمارے قاتل نہ تھے۔ جان دیدی ہم پر اس کا دلی بیخ کننا ضروری ہے۔ انہوں کو جس طریقے سے جو مسلمان اس حق پر جان دینے والے کا غم کرتے ہیں، ہمیں اکثر دلی گھاؤ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ذیل میں ایک معصوم کا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ جس کے خیالات بتلاتے ہیں کہ اس کا روالہ روال شہیدان اسلام کے غم سے تعزاً اٹھتا ہے۔ مبارک ہیں وہ والدین جو اپنی اولاد کو ایسے اعلیٰ صفات سے بہرہ مند کرتے ہیں ایک پانچ سالہ معصوم بچی کو غرہ محرم ہی سے بطور سبق کے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے جاگداز ہاتھ نہایت درد انگیز پیرائے میں یاد دلانے گئے جب اس محرم کو کسی نے کہا کہ بلی آج محرم کا تماشہ دیکھنے چلو تو معصوم دل جو شہادت حسینؑ کے غم میں گریہ کنان تھا جو فتنہ اسلامی سے بچیں اور ہتھیار نہ بیکیا، معصوم بچی نے رد کر کہا ”محرم کا تماشہ میں کبھی نہ دیکھوں گی آج حسینؑ مظلوم کی شہادت کا دن ہے کاش مسلمان وہ جو عقل سلیم رکھنے کے وعیدار ہیں، اس ننھی معصوم کے سہمی الفاظ پر غور کریں اور سبق حاصل کریں، اسوۂ حسنی پر کار بند ہو کر اہ حق میں سرکھانے سے بھی دریغ نہ کریں۔ خدایا عالم اسلام کو اس کی توفیق عطا فرما۔ امین

سلام

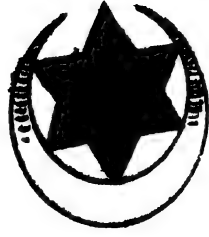
از جناب محمودہ خشر صاحبہ

بیکسی چہرہ پر چھائی تنہی، تو کیا تھے مضمحل
کر کے رخصت اپنے دل بندوں کو، زینبؑ نے کہا -
سیدہ صغریٰ تمہیں یوں بیتاب شہ کی یادیں
پاس کیا تھا پاس بان حق کے، جز فضل خدا
نائے وہ گرمی کی شدت آہ، یہ دُعا ستم
جب و داغ اکبر ہوئے، رو کر کہا یہ شاہ
تافلہ لٹا ہوا لوٹا، مگر باندھے ہوئے
”جلد آنا، بیٹھتی ہوں میں نظر باندھ ہوئے
چھوڑ دے طائر کو، جیسے کوئی پر باندھی ہوئے
ہاں، ایزیدی تھے سبھی تیغ و تبر باندھی ہوئے
عابد بیار کو لایا، عمر باندھے ہوئے
موت، ان کے واسطے آئی، مگر باندھے ہوئے

دیکھئے کھنڈہ کے کتب زیارت کی گھڑی

چون اسنی امید پر رخصت مگر باندھے ہوئے

المینائی مال



اجبی دام

شیخ بابے چوڑی فروش

لاڑ بازار حیدر آباد کن

ہماری دوکان میں ہمہ اقسام کا بہترین مال ہر سائز

میں ہر وقت تیار ملے گا

نوٹ

اگر مال پسند نہ آئے یا چھوٹا بڑا سائز نکل جائے تو اندرون پندرہ یوم
واپس کیا جائے بشرطیکہ مال میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہو
ادھر کا مال واپس نہ ہوگا اضلاع پر بندریہ وی پی ٹی مال روانہ ہوگا۔



اگر آپ اپنے شاندار مکان کو دیدہ زیب و دلفریب بنانا چاہتے ہیں تو ہماری تیار کردہ سمنٹ کی
مصنوعات کافریش بچھائے باغیچہ کی خوبصورتی کے لئے کوئٹہ سے نصب کروائے حمام وغیرہ
کی صفائی کا ادویہ چھانڈ میں پونٹیوں وغیرہ سے بچنے کیلئے جینی کافریش کرائے ہمارے پاس

ہر قسم، ہر رنگ، ہر نمونے

کے نقش و نگار دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ایک بار تجربہ امتحان کے لئے کافی ہے۔

دی پلین فلورنگ ٹائلز ورک و مل گورہ

قریب کٹہ جین ساگر حیدر آباد دکن

